RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

٥١٢٢٦

جنت کہ رضائے مادران ست
زیر کف پائے مادران ست

مادر شفیق

CHECKED 1993

جسمیں بچوں کی تربیت اور عمدہ اٹھان
کے لیے بہت سی بیش قیمت ہدایات اور
حالات درج ہین

1987

کمترین داداران مطبع خادم التعلیم پنجاب
لاہور نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

سنہ ۱۸۹۵ء

در مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور طبع ہوا

قیمت

[illegible]
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس کتاب سے تعلق اثر نہیں بلکہ عملی شاید مقصود ہے ہمارے ملک میں بہت سے والدین ایسے ہیں جنکو مطلق خبر نہیں کہ اپنی اولاد کو صحیح طور پر کسطرح تعلیم دینی چاہیے اور کیسی تربیت کرنی چاہیے۔ کیا وسائل اختیار کرنے چاہئیں کہ جن سے انکی بہبود و فلاح کے علاوہ خود انکی عمر آسائش و فارغ البالی سے بسر ہو اور خاندان کا نام روشن ہو۔

لیکن افسوس ہماری مستورات ابھی اس تہ پر نہیں پہنچیں کہ یہ خود ایسے اسباب مہیا کر سکیں کہ جن سے مذکورہ بالا اغراض و مقاصد میں کامیابی یقینی ہو اور علاوہ اسکے نسلاً بعد نسلاً انکی تعلیم و تربیت کا اثر پہنچے یہانتک کہ جب یہ قبر میں بھی پیر پھیلا کر جا سوئیں تو انکی روح انکے ہاتھوں لگائے ہوئے پودوں کو سرسبز و شاداب و بارور دیکھکر خوشی سے پھولی نہ سما سکے۔

چنانچہ یہ اغراض ہیں جو اس کتاب کی اشاعت کے بواعث ہیں۔ اور امید ہے کہ اس سے والدین کو وہ امداد دینگے جسکے وہ حاجتمند ہیں۔ اور گو اس چھوٹی سی کتاب پر گرچہ ہر ایک امر پر بالتفصیل بحث کیگئی ہے۔ اور عام فہم مثالیں جو اکثر کیا بلکہ روزمرہ پیش آتی ہیں مندرج ہیں اگر انپر اعتراض بھی کیا جاے تو ہمکو امید ہے کہ کسیقدر غور کرنے پر وہ اعتراض کسی طرح مناسب و موزون نہ نظر آئیگی کیونکہ تعلیم ذرہ ذرہ سے امور پر بغور و خوض سے ہی توجہ کرنیکا نام ہے جن ابواب میں دینی تربیت پر بحث کیگئی ہو۔ ان میں یہ سوال مدنظر رکھا گیا ہے کہ یہ زندگی درحقیقت بڑی زندگی کی ابتدا ہے اور تعلیم کا مقصد اصلی یہی ہے کہ بچے کو خداوند تعالیٰ کے سامنے جانے اور دوسری دنیا میں زندگی بسر کرنیکو واسطے تیار کیا جاے کاہلی جھوٹی محبت بےاعتنائی وغیرہ وغیرہ ایسے بہت سے بواعث ہیں جو والدہ کو اسکے فرائض سے غافل کرنیکو واسطے کافی ہیں مگر جو اصول کہ اس کتاب میں مندرج ہیں وہ بلا شک صحیح و درست ہیں خواہ منصف مزاج والدین بچوں کو انپر پورا پورا کاربند کرانے میں ناکام ہی رہے ہوں لیکن انکی صداقت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔

مادرِ شفیق

باب اول

ذمہ واری

کئی سال گذرے کہ چند نوجوانوں کو جو علم الہیات کی تعلیم میں مصروف تھے یہ خیال پیدا ہوا کہ ان میں سے اور نیز اُن کے دوست احباب میں سے کتنے ہونہار نوجوان اور لائق طلبا ایسے تھے جو اپنی ماؤں کی تعلیم و تربیت سے فیضیاب ہوئے تھے جس وقت اُنہوں نے نہایت تحقیقات سے اس امر کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک سو بیس (۱۲۰) نوجوان میں سے پورے ایکسو ایسے تھے جنکی دنیاوی اور دینی بہتری اور برتری کی بنیاد انکی ماؤں کے ہاتھوں سے رکھی ہوئی تھی - اور یہ ان کو تعجب بھی بہت ہوا اور خوشی بھی - گو اُنمیں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو اپنے گھر کی تمام تربیت کو خیر باد کہکر عیاشوں اور بدمعاشوں کی طرح بدکاری اور گناہ میں غرق ہو گئے تھے - مگر جو اثر انکی طبائع پر بچپن میں پڑ گئے تھے انکو فراموش نہ کر سکتے تھے - اور ایک مرتبہ پھر اپنی ماؤں ہی کی برکتوں اور دعاؤں کی بدولت

راہِ حق پر لوٹ آسکتے تھے - حال میں اہلِ مذہب کی توجہ بہت سی دلچسپ امور کیطرف مبذول ہوئی ہے - ایک والدہ جو کچھ اپنی اولاد کی بہتری اور بہبودی میں اور نیکبختی کے لحاظ سے کوششیں کرتی ہے وہ نہایت صالح اور مفید چیز ہے - مگر دنیا کو اسکی خبر نہیں - اور اسیوجہ سے لوگ بہت سستی اور کم التفاقی سے اس امر سے آگاہ ہوتے ہیں کہ یہ پوشیدہ اور بے زبان اثر کہانتک زبردست اور وسیع ہے - لیکن اب ایسے اسباب واقع ہوتے جاتے ہیں کہ عوام الناس بچوں کے اشغال کی طرف توجہ کرنے لگے ہیں - اور یہ صداقت روز بروز زیادہ توضیح کے ساتھ پیش ہوتی جاتی ہے کہ اوائل عمر کے آٹھ دس سال میں جو کچھ دل پر اثر پڑتا ہے وہ غایت درجہ تک زمانے اور مدت کے واسطے اس دل کے مقاصد کا رہنما بنتا ہے - اور چونکہ ہر بچے کی والدہ ہی اوائل عمری میں رہنما اور رہبر ہوتی ہے - لہذا انسان کے چال چلن کی وضع اور تکمیل میں اسی کا زبردست اثر پایا جاتا ہے - اور کیا وجہ ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے ؟ ایام طفولیت میں اس سے بڑھکر اور کون سے اثر مستحکم اور پایدار رہ سکتے ہیں ؟ بھلا والدہ سے بڑھکر اور کون اتالیق ایک بچہ کے لئے زیادہ محبت عزت اور اعتماد حاصل کر سکتا ہے ؟ اور حصول تعلیم میں اس جگہ سے بڑھکر کہاں خوشی اور مسرت حاصل ہو سکتی ہے جہاں والدہ کے گرد اسکے بچوں کا حلقہ ہو اور یہ اُنکو خداوند تعالےٰ اور اُسکے فضل و کرم اور عظمت اور جلال کو بتلا رہی ہو - اللہ اللہ کیسا نور کا سماں ہوتا ہے - مسلمانوں کے مشہور فلاسفر امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ "بچوں کا پہلا مکتب وہ گھر ہے کہ جسمیں وہ پرورش پائیں" - اس میں کچھ شک نہیں کہ دنیا میں اور ایسے اسباب بھی ہیں جو انکا تا ر چال چلن کی وضع اور تکمیل میں کوشاں رہتے ہیں صرف والدہ کا ہی اثر نہیں ہے جو عمل میں آتا ہے - مگر تاہم خداوند تعالےٰ کے فضل و کرم سے یہ سب سے زبردست ہوتا ہے - والدہ کا کام یہ ہے کہ بچے کے دل میں اُن عادتوں اور اُن اُصولوں کو جاگزیں کردے جنکو اور اسباب سے بچہ میں استحکام اور استقلال

حاصل ہو۔ ممکن ہے کہ ایک متقی اور پرہیزگار والدہ کی اولاد بدکار ہو جاوے ممکن ہے
کہ راہ راست سے بھٹک جائے۔ تمام تنبیہ و تادیب کو بھلا دے اور خداتعالیٰ اُسے اسکے
عملوں کے انجام بھگتنے پر چھوڑ دے۔ جس والدہ کو ایسا صدمہ نصیب ہو۔ اور اس طرح
اس کی دل شکنی ہو۔ وہ صرف یہ کر سکتی ہے کہ اپنے صانع حقیقی کے سامنے سر
بسجود ہو۔ جو کہتا ہے۔ "تو صبر کر۔ اور جان کہ میں خدا ہوں"۔ انسان کے دل میں
صرف اتنا ہی خیال ہوتا کہ اُس نے اپنے فرائض ادا کر دئے ہیں اس غم و الم
کی جانخراشی اور دل شکنی کی قوت کو بہت کچھ زائل کر دیتا ہے۔ بدکار اور
بدمعاش اولاد عموماً اُن والدین کی ہوتی ہے جو اپنے بچوں کی اخلاقی اور مذہبی
تعلیم میں غفلت کرتے ہیں۔ بعض والدین خود ہی بدکار اور بدچلن ہوتے
ہیں۔ وہ صرف اپنی اولاد کو اجازت ہی نہیں دیتے۔ کہ بدی اور بدچلنی میں
مبتلا ہو بلکہ اپنی تمثیل سے اُسے گناہ کرنے کی تحریکیں کرتے ہیں۔ لیکن ایسے
والدین بھی ہیں جو نیک بخت اور بڑے متقی ہیں جو نیک اور پرہیزگار ہیں لیکن جو اس
سبب ہو یہ اپنی اولاد کی مذہبی اور اخلاقی تربیت سے باز رہتے ہیں اور نتیجہ یہ
ہوتا ہے کہ اولاد نافرمانبردار اور بدچلن ہوتی ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ کیا چیز
اس غفلت کا باعث ہے۔ یعنی خود غفلت کا ہی نتیجہ علی العموم نافرمانبرداری
اور خودرائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے مشہور آدمیوں کی اولاد دینی
معاملات میں ہو یا دنیوی میں۔ بسا اوقات اپنے والدین کے لئے باعث رنج
ہوتی ہے۔ اگر والدہ اپنی اولاد کی تربیت کی عادی ہے اگر یہ اپنے شوہر سے
کہتی ہے کہ وہ اولاد کو تنبیہ و تادیب کرے اور اُسکو فرمانبرداری پر مجبور کرے تو
اس والدہ کی عدم موجودگی میں تمام گھر کی حکومت تہ و بالا ہو جائیگی۔ اور
اولاد اسواسطے چھوٹ جائیگی کہ یہ سرکش ہو۔ نافرمانبرداری کا سبق سیکھے
مکر و فریب کی مشق کرے۔ اور والدہ کی حماقت کی بنیاد پہ بدچلنی اور نافرمانبرداری
کی عمارت تعمیر کرے۔ لیکن اگر اولاد ایک منصف مزاج والدہ نے لائق حکومت میں

تو قریباً ہمیشہ مذکور الصدر معاملہ سراسر برعکس ظہور پذیر ہوگا۔ اور چونکہ قریباً ہر طرح سے والدہ کی نگرانی سے انسان کی اوایل عمر میں تربیت ہوتی ہے۔ لہذا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک چیز سے بڑھکر مادری اثر انسان کے آیندہ چال چلن کا بانی ہوتا ہے۔ ایک اعلےٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار کی تواریخ اکثر اس پایدار اور مستحکم اثر کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہے۔ جو ماں بچہ کے دلپر ڈال سکتی ہے۔ اس شخص کی والدہ ایک بڑی پرہیزگار عورت تھی۔ یہ اکثر اپنے بچے کو اپنے کمرے میں بٹھلا کر اور اُسکے سر پر ہاتھ رکھکر خدا تعالےٰ سے دعا مانگتی تھی کہ وہ اپنی برکتیں اس بچے کو عطا کرے۔ ایسی دعائیں اور ہدایتیں اس بچے کے دلپر نقش کالحجر ہو گئیں۔ بچہ بر اختیار اپنی والدہ کا ادب اور تقدیس کرتا۔ اور مجبوراً اسکو خیال کرنا پڑتا۔ کہ ایسے چال چلن میں ایک طرح کی پاکیزگی تھی۔ جسکو ادب اور الفت کی ضرورت تھی۔ آیندہ اپنی زندگی میں جو اثر اُسکے دلپر پیدا ہو گئے تھے۔ یہ تلف نہ کر سکتا تھا۔ گو یہ ایک شریر آوارہ گرد بنگیا۔ گو اسکو اپنے دوست اور اپنا گھر اور ہر ایک نیکی فراموش ہوگئی مگر اپنے تمام دوران آوارہ گردی میں جہاں یہ گیا اسے اپنی والدہ کی دعائیں یاد رہیں یہ بڑے بڑے اوباشوں اور رذیل لوگوں کی صحبت میں بیٹھا۔ اور جس وقت اسکی چاروں طرف اسکے بدکار اور اوباش دوست ہوتے۔ آدھی رات کا وقت ہوتا عیش و عشرت میں یہ سب مصروف ہوتے۔ اسکو اپنے تصور میں خیال آتا کہ اُسکی والدہ اپنا ہاتھ اسکے سر پر شفقت سے رکھے ہوے خدا تعالےٰ سے دعا مانگ رہی ہے کہ وہ اسکو برکت اور معافی عطا کرے۔ اکثر اسکو یہ تصور بند کرتا ہوا اپنی والدہ کی دعا پر اسکا دل بیقرار ہو جاتا اور گناہ سے کسقدر خوف آتا چنانچہ بعد میں یہ ایک نہایت دیندار اور خدا پرست آدمی بنگیا۔ اور لوگوں میں اپنے پند و وعظ سے یہ جتنے آدمیوں کو راہ حق پر لایا وہ تا دم آخرین خدا کی برکت کے شکر گزار رہینگے کہ اس شخص کو اس نے ایسی والدہ عطا کی تھی

غرض اس طور پر جو بچپن میں دلپر اثر پڑے ممکن ہے کہ بظاہر یہ بالکل مفقود معلوم ہوں لیکن جب انسان اپنے گھر سے نکلکر دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ ہزار ہا ترغیبیں و تحریصیں اسپر ہجوم

کرتے آتی ہے۔ اب اگر یہ اپنی والدہ سے خود ضبطی اور نیکی کے مستحکم اور مضبوط
اصول لیکر نہیں چلا ہے۔ تو یقیناً ان ترغیبوں کا شکار بنجائیگا۔ گو اُسکی والدہ
نے اس کی بہتری اور اسکو نیک بنانے کی حتی الوسع کتنی ہی کوشش کی ہو۔
پھر بھی ممکن ہے کہ یہ سب محو ہو جائے۔ جو سبق اس نے گھر میں سیکھا تھا ممکن ہے
وہ اسکو فراموش ہو جاوے پھر تو گناہ میں یہ غرق ہو جائے۔ مگر پھر بھی والدہ کی تربیت
کا اثر اور اُسکی دعائیں نہایت استحکام اور تاثیر سے اُسکے دل پر اپنا عمل کر رہی ہونگی
آدھی رات کو جب کبھی پشیمانی اور افسوس سے چونک پڑیگا یا خداوند تعالیٰ کی عدالت
کے سامنے حاضر ہونے کا خطرہ اسپر ہیبت طاری کریگا اُسکو اپنی والدہ کے آنسو یاد
آجائینگے۔ اپنے گھر کی تقدیس کے خیالات اکثر اسکی گناہگاری سے بھری ہوئی عیش کے
جام میں تلخی ڈال دینگے اور اُسکو بہ زبردستی مجبور کرینگے کہ جو امن اور نیکی عزا ہوتی
کرتی ہے اسکے واسطے ٹھنڈے سانس بھرے اور بہت پچھتا ہوا ہو۔ یہ ضرور ہے
کہ اسکو اکثر اپنی شکستہ دل والدہ کا خیال آئے اور اسطور پر بہت برسوں پر اور شاید
والدہ کے راہی عدم ہونے کے عرصہ دراز بعد اُسکی نیکیاں یاد کرکے اپنے گناہوں سے کنارہ
کش ہو جاوے۔ تھوڑا عرصہ گزرا کہ انگلستان کے ایک بڑے آباد شہر میں ایک شریف
آدمی جو بازاروں کے گرجا میں ایک مجلس وعظ میں شریک ہونے جا رہا تھا۔ گرجا کے
عین مقابل ایک کشتی بان رہتا تھا۔ اس شریف آدمی نے دیکھا کہ دروازے میں
ایک جفاکش محنت کا مارا ملاح اپنے سینے پر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں
ڈالے ہوئے سگار پی رہا ہے۔ اور لوگوں کو دیکھ رہا ہے جو بتدریج مجلس میں جمع
ہوتے جاتے ہیں۔ یہ شخص اس کشتی بان کے قریب گیا اور کہنے لگا:۔

"کیوں مہربان ہمارے ساتھ مجلس میں نہیں چلتے"؟

کشتی بان نے دو ٹوک جواب دیا۔ "نہیں حضرت"!

اس شخص کو اس کشتی بان کے ظاہری انداز و اطوار سے ایسے ہی جواب کی امید تھی
اور اُسکے سننے کے واسطے یہ طیار تھا چنانچہ اُس نے نہایت حلیمی سے کہا تھا۔

مہربان من - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمنے مصیبت جھیلی ہے - کیا تمھاری والدہ ہے؟
کشتی بان نے سر اٹھایا - اس شریف آدمی کا چہرہ نہایت گرمجوشی سے
دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا - اسپر یہ شخص کہنے لگا :- "فرض کرو کہ تمھاری والدہ یہاں
موجود ہوتی - تو تمکو کیا نصیحت کرتی؟" - اس بیچارے کشتی بان کی آنکھوں سے آنسو بہنے
لگے - اس نے انکو چھپانے کی کوشش کی مگر نہ چھپا سکا - اور اپنی ہتھیلی کی پیٹھ
سے جلدی سے انکو پونچھکر - اٹھ کھڑا ہوا اور ایسی آوازیں کرنے لگا جو اسکے فرط جوش
کے باعث قریباً ناقابل فہم تھی :- "میں مجلس میں چلتا ہوں!" چنانچہ یہ گرجا میں
پہنچا اور جو لوگ جمع تھے انمیں جا بیٹھا - بعد میں جو اس شخص کا حال ہوا وہ ہمکو معلوم
نہیں - البتہ یہ قریباً یقینی امر ہے کہ ضرور اسکی والدہ نے اسکو نیک باتیں سکھائی ہونگی -
اور جب اس شریف شخص نے ان کو یاد دلایا تو کشتی بان خواہ کیسا ہی سنگدل تھا -
مگر اسکا دل نرم ہوگیا - شاید اس ملاقات نے اس شخص کو آیندہ گناہوں سے باز رکھا
اور اسے خدا کے سامنے حاضر ہونے کے قابل بنا دیا - خیر کچھ ہی ہو اس سے مادرانہ
اثر کی مضبوطی ظاہر ہوتی ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ برسوں کی آوارہ گردی
اور گناہگاری اس اثر کو انسان کے دل سے نہیں مٹا سکتے جو ایک والدہ کی نصیحتیں
اور دعائیں اسپر پیدا کرتی ہیں بچے کا اوائل عمری میں نافرمانبردار ہونا ایک آزمایش
ہے - مگر اس سے بڑھکر دس گنا رنج والم اسوقت ہے جب بچہ بڑا ہوکر نافرمانبردار ہو -
اور بدکار اور اوباش شخص بنجائے - افسوس! اور اپنی اولاد کی بدچلنی کی وجہ سے
کتنے والدین نے غم والم کے دن اور بے آرامی اور بے عزتی کی راتیں بسر کی ہونگی؟
کتنوں کے دل ٹوٹ گئے ہونگے اور قبل از وقت یہ اس دنیا سے چل بسے ہوں گے
صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو راہ حق پر چلانے اور نیکی اور راستی کے
فرائض سکھلانے میں غفلت کی - تمھاری آیندہ خوشی تمھاری اولاد کے ہاتھ میں ہے
ممکن ہے کہ یہ تمھاری تمام خوش اقبالی اور خوشحالی پر سیاہی پھیر دیں - ہر ایک شادمانی
کو تلخ کر دیں اور تمکو ایسا مصیبت زدہ بنا دیں کہ اس سے صرف موت ہی تمکو سبکدوش کر سکے -

کیا یہ مبالغہ ہے؟ نہیں! خدانخواستہ تمھاری لخت جگر بیٹی جو اب تمھاری آرام جان اور شادمانی ہے۔ بدنام ہوجائے اور اپنے ہمجنسوں میں انگشت نما بن جائے۔ اسوقت تمھاری وہ نوبت ہوگی جسکے اظہار کی زبان میں طاقت نہیں!

یہ ایک خوفناک مضمون ہے۔ مگر یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک والدہ کو خیال کرنا اور سمجھنا چاہیے یہ ایسے امور ہیں جو یہاں اگر بیان کئے جائیں تو ہر ایک والدہ کو تھرّانے کو کافی ہیں۔ دیکھو ہم تمکو اُس پادری کے مکان پر لے چلیں اور بتلائیں کہ ایک بیٹی کے گناہ نے والدہ کو بن موت مار ڈالا ہے۔ اور ضعیف باپ کے رخسارے زرد کر دیے ہیں۔ بدن میں رعشہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور دلپر جان کنی کی حالت طاری کر رہی ہے چلو ہم تمکو اس امیر کے دیوانخانے میں لے چلیں۔ اور تمکو وہ نفاست اور تکلف دکھلائیں جس سے یہ مزین ہے۔ اور تا ہم وہ تمسے کہدیگا کہ میں سب سے بڑھکر ناشاد شخص ہوں اور غم والم میں مبتلا ہوں اور یہ شخص بخوشی اپنی تمام دولت دیدیگا۔ اگر یہ اپنی بیٹی کی نیکی اور پاکدامنی دوبارہ خرید سکے اور یہ نہایت مستعدی سے مرنے کے واسطے لیٹ جائیگا اگر اس طور پر اپنی بیٹی کی بدنامی کے دھبوں کی یادگار مٹا سکے۔

کچھ مضائقہ نہیں کہ زندگی میں تمھارا کیا پایہ ہے۔ ممکن ہے کہ ننھا سا معصوم بچہ جو تمکو اب اسقدر پیارا ہے اور جسکی بچپن کی بھولی بھالی صورت تمھارے دل میں جوش پدری کو پیدا کر دیتی ہے تمھارے سر پر کسی دن نہایت ہی مصیبت لائے اور اس مصیبت کا مرض ایک دن لاعلاج ہو جائے بچوں کی ماؤں اس بدمعاش شرابی کو دیکھنا جو تمھارے دروازے پر لڑکھڑا رہا ہے۔ اور سنو چلتے چلتے وہ کیسی ناقابل فہم مجنونانہ اور نفرت انگیز آمیز باتیں شاید بکتا جاتا ہے۔ اس کمبخت کی ماں جیتی ہے شاید بیوہ اور مفلس ہے۔ اور اسکو شفیق بیٹے کی آسایش اور امداد کی ضرورت ہے۔ تمھارا ابھی بیٹا ہے۔ ممکن ہے کہ تم بھی جلدی بیوہ ہو جاؤ۔ اگر تمھارا بیٹا بدکار ہے تو تم دوسری بیوہ ہو۔ تم ایک لاولد والدہ سے بدتر اور حد سے بدتر ہو۔ تم کبھی اس خیال کو بھی برداشت نہیں کر سکتیں کہ کبھی تمھارے بیٹے کی یہ نوبت ہوگی۔ ہائے تمھارے واسطے

دراصل اس کا تجربہ کرنا کیسا خوفناک ہوگا!

میں ایک والدہ کو جانتا ہوں جس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ یہ بدل و جان اس پر فدا تھی اور جو کام یہ کہتا اسکے کرنے سے انکار نہ کر سکتی۔ اسمیں شک نہیں کہ اس لڑکے نے بہت جلد اپنی والدہ پر حکومت کرنا سیکھ لیا۔ اس لڑکے کے والد کی وفات پر بیچاری والدہ اس بدمعاش کے سہارے ہو گئی۔ جب یہ لڑکا بچہ تھا تو اس والدہ نے اپنی فرض سے غفلت کی تھی۔ اور اب اس لڑکے کے ناقابل ضبط جذبات اس والدہ کے اختیار سے بڑھکر مضبوط اور مستحکم ہو گئے تھے۔ یہ خودرائے۔ مفسدہ پرداز اور کینہ ور نکلا۔ اور یہ حرکات سب سے بڑھکر اسکی والدہ کے واسطے تلخکامی کا موجب تھیں۔ اس کا طیش اور غصہ بعض اوقات قریباً جنون تک پہنچ جاتا۔ ایک روز اپنی والدہ سے خفے ہوکر اس نے اپنے گھر کو آگ لگا دی۔ چنانچہ مکان مع مال و اسباب جلکر راکھ ہو گیا۔ اور یہ بیچاری والدہ بھی مفلس ہو گئی۔ اس جرم میں یہ قید ہو گیا۔ اگر پہلے نہیں تو اب یہ قید خانے میں [illegible] ہو گیا اور عالم دیوانگی میں اپنی آنکھیں نکال ڈالیں۔ اب یہ نابینا [illegible] پاگلخانہ [illegible] اور [illegible] ہے۔ اے ایک والدہ کے واسطے۔ باوجود ان تمام تکلیفوں کے جو اس نے اٹھائیں۔ اُن تمام تفکرات کے جنمیں یہ مبتلا ہوئی۔ اور اُن تمام حماقتوں اور حجتوں کے جو اس نے کیں۔ یہ امر کیا جان خراش اور تکلیف دہ ہوگا کہ وہ اپنے بیٹے کو بجائے ایک محافظ اور شفیق کے بھوت اور مخبوط الحواس پائے۔ تمنے اپنے بچے کا عالم شیرخوری میں نگاہبانی اور حفاظت نہیں کی۔ تمنے اپنے آرام و آسایش کی پرواہ نہ کی جو تم اُس وقت کر سکتے تھے۔ جب یہ بیمار ہوا تمنے اپنے خستہ اور ماندہ ہونے کا مطلق خیال نہ کیا۔ رات بھر اسکے پاس بیٹھکر تم نے بے خوابی بسر کی اور اسکی تمام ضروریات پوری کیں۔ جب یہ جب مسکراتا تھا تو تمکو وہ خوشی و خرمی حاصل ہوتی تھی جسکا بجز والدہ کے اور کوئی دنیا میں اندازہ نہیں کر سکتا۔ تمنے اس اپنے عزیز اور پیارے خزانے کو اپنے سے لگایا۔ اور تمنے دعا مانگی تھی کہ تمکو اسکا صرف آیندہ یہ

یہ انجام ملے کہ تمہارا بیٹا فرمانبردار ہے اور تم سے محبت کرے۔ اب تم کو کیسا خوفناک صدمہ ہو
اگر یہ لڑکا بڑا ہو کر تم سے نفرت کرے اور تم کو برا بھلا کہے۔ تم کو بیچارگی اور مفلسی میں بے یار
و مددگار چھوڑ دے۔ اور اپنی تمام کمائی اوباشی اور بدکاری اور شرمناک کاموں
میں برباد کر دے۔

Checked 1987

کس طرح تمہاری تمام دنیاوی شادمانی تمہاری بچے پر منحصر ہے۔ اس کا
چال چلن اب تمہارے ہاتھ میں ہے اور اب خواہ تم اسے اچھا بناؤ یا برا۔ اگر
تم اپنی حکومت میں مستقل ہو اور اپنے فرائض کے سرانجام دہی میں وفادار تو تمہارا
بچہ غالباً اپنی زندگی میں تمہاری عزت کریگا اور تمہارے آخری دنوں میں تمہارا
عصا اور باعث آرام و آسایش ہوگا۔ لیکن اگر اسکے برعکس ہے تو تم میں اتنی استقلال
مزاجی ہو کہ اپنی اولاد کو نافرمانی کے واسطے سزا دے سکو۔ اگر تم اسکے جذبات
کی بیخ کنی نہیں کر سکتے۔ اگر تم اپنی حکومت اور مرضی کے مطابق پورا پورا نہیں
کر سکتے۔ تو امید رکھو کہ یہ تمہارے لئے پر مصیبت و ادبار لائے گا۔ اغلب ہے کہ یہ تم سے
تمہاری کمزوری کے باعث حقارت کرے۔ گھر میں متابعت کی اسے عادت
نہیں پڑی۔ یہ تمام رکاوٹوں سے نکل جائے گا اور تمکو اپنی زندگی سے کمبخت
اور اپنی موت سے بدنام اور بےعزت بنا جائے گا۔

مگر بہت ہی کم والدین ایسے ہیں جو جیسا کہ انکو چاہیے ویسا خیال کریں۔ انکو
خبر نہیں کہ وہ خوفناک اور مہلک نتائج کیا ہیں۔ جنکا انحصار اسپر ہے کہ یہ اپنی اولاد
پر بوجہ احسن حکومت کریں۔ ہزاروں والدین ہمارے ملک میں ان شاہ بلوط
کے درختوں کی طرح ہیں جو طوفان اور بجلی سے شکستہ اور خراب خستہ کھڑے ہیں
ہزاروں کی امیدوں پر پانی پھر گئے ہیں۔ ہر ایک خوش اقبالی اور خوشحالی دور ہو گئی
ہے۔ اور حد سے بڑھکر دل خراش اور جانکاہ نا امیدی کا شکار بن گئے ہیں۔ اور اسکی
وجہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ انکی اولاد بد چلن ہے۔ اور تاہم ہزاروں اسی راستے جا رہے ہیں
انہیں مصائب کی برداشت کرنے کے واسطے تیار ہو رہے ہیں۔ اور بظاہر اپنے خطرے سے

بے خبر ہیں - یہ سچ ہے کہ دنیا میں ایسی مائیں بھی ہیں جنکو اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح معلوم ہیں جیسی کہ انکو معلوم ہونی چاہئیں - مگر اور بھی ہیں جنکو یہ فراموش ہے کہ انکی اولاد جسقدر بچپن میں انکو اختیار رہے اسکے بعد اس سے کم انکے اختیار میں ہوگی جو مائیں ایک طرح تربیت ہو رہی ہے کہ وہ جلدی اپنے والدین پر ظلم کریں - اور بکثرت غم والم سے انکے دل چھلنی بنادیں - اگر تم اپنے بچے سے اسکے ایام طفولیت میں بے وفائی کروگے - تو جب بڑا ہوگا تو تم سے بھی بے وفائی کریگا اگر تم بچپنے میں اسکی تمام خواہشیں اور ضدیں پوری کرو جو بالکل بے دلیل اور احمقانہ ہوں تو جب یہ بڑا ہوگا یہ خود اپنی خواہشیں پوری کریگا - یہ اپنے دلکی ہر ایک اشتہا کی تعمیل کریگا - اور تمہاری مصیبت اس خیال سے اور بھی دل خراش ہو جائیگی کہ یہ تمہاری اپنی غفلت ہی تھی جسکی بدولت تمکو یہ تباہی اور بربادی کا تجربہ ہوا - اگر تم ایک شادمان بچے کی شادمان والدہ بننا چاہتی ہو تو اپنی تمام توجہ اپنی تمام کوشش اور اپنی تمام دعائیں اس بڑے فرض کے سرانجام دینے میں صرف کرو یعنی اسکو اسکے خالق اکبر اور بہشت کے واسطے تربیت کرو ۔

باب دوم

مادری حکومت

غرض ہمنے طور پر مین ملے اس امر کے دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ والدین کی کسقدر خوشی اپنی اولاد کی نیک چلنی یا بد چلنی پر منحصر ہے - اس میں شک نہیں کہ خود تمہارے مشاہدے اور خیالات نے اس مضمون کو بہت کچھ تمہارے ذہن نشین کر دیا ہوگا - اور جب باپ یا ماں یہ سبق پڑھ رہے ہونگے تو بلاشک اکثر یہ سوال تمہارے دلمیں

پیدا ہوگا" کس طرح میں اپنی اولاد پر حکومت کروں۔ کہ جس سے انکو بہتری اور خوشی حاصل ہو؟ لہذا اب میں اس سوال کے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں +

مناسب خانگی حکومت کے واسطے متابعت سب سے بڑھکر ضروری ہے۔ بغیر اسکے تمام کوششیں رایگان جاینگی۔ گو تم اپنی اولاد کے واسطے اسکے ساتھ خدا کی عبادت کرو۔ گو تم اسکو مذہبی صداقتیں سکھلانے میں کوشش کرو۔ گو تم اسکو خوش بنانے اور اسکی محبت حاصل کرنے میں لگاتار کوششیں کرو۔ لیکن اگر یہ نافرمانی کی عادی ہے تو تمھاری تربیت بیفایدہ اور محنت بے کار جاییگی ۔ متابعت سے میری یہ مراد نہیں کہ تمھاری اولاد تمھاری متواتر دھمکیوں اور خوف سے بے دل ہوکر سستی اور جبر سے تمھاری متابعت کرے۔ بلکہ میری مراد یہ ہے کہ وہ خوشی اور مستعدی سے تمھارے احکام کی تعمیل کرے اور نہ یہی کافی ہے کہ تمھاری اولاد تمھاری دلایل اور تمھارے اصرار سے تمھاری متابعت کرے۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ ہمہ تن تمھارے احکام پر چلے۔

اس آخری فقرے کی مثال کے واسطے میں فرضاً ایک تمثیل بیان کرتا ہوں۔ تمھاری ننھی سی بیٹی فرض کرو بیمار ہے۔ حکیم نے جو نسخہ میں دوا لکھی ہے وہ تم نے منگوائی ہے اور اب تم میں اور اسمیں ذیل کی گفتگو شروع ہوئی :-

"دیکھو بیٹی یہ تمھارے واسطے میں تھوڑی سی دوا لائی ہوں"

"اماں جان میں تو نہیں کھاتی"

"نہیں بیٹی۔ اسے کھالو۔ کیونکہ تم کو اس سے آرام ہو جاییگا"

"نہیں اماں اس سے آرام نہیں ہوگا۔ میں نہیں کھاتی"

"ہاں بیٹی اس سے آرام ہوگا۔ ڈاکٹر کہتا ہے تم اس کو کھالو اور تم اچھی بھلی چنگی ہو جاؤ گی"

"خیر اماں میں اسے نہیں کھاؤں گی"

اب والدہ اصرار کر رہی ہے اور بیٹی انکار کرتی جاتی ہے۔ عرصہ تک باہم یہی

بے کار اور فضول تکرار سے اور ایسا یا تو والدہ مجبوراً دوا پھینکدے یا جبر کرے۔ اور زبردستی بدمزہ دوا اُسے کھلا دے۔ لہذا بجائے اسکے کہ اپنی اعلے حکومت جتلاتی اس نے اپنی بیٹی سے بحث کی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طور پر لڑکی نے اس کے کھانے سے انکار کیا۔

اب ایک اور والدہ کی مثال لو۔ جو اسی حالت میں یعنی اسکی بھی بیٹی بیمار ہے نہ یہ اس قابل ہے کہ اسے دوا کھلانے پر زور دے اور نہ اتنا اس میں استقلال ہے کہ زبردستی کرے۔ یہ دوا پھینک دیتی ہے۔ اب جب حکیم آیا تو اُسے شرمندہ ہو کر اپنی حکومت کی کمزوری تسلیم کرنی پڑی۔ اور اسی واسطے اُسنے اس سے یہ نہ کہا کہ اسکی بیٹی نے دوا نہیں کھائی۔ اب حکیم نے لڑکی کی حالت پہلے سے بدتر دیکھی۔ اور یہ سمجھکر کہ پہلا نسخہ اچھی طرح استعمال کر دیا ہے۔ دوسرا نسخہ لکھدیا۔ مگر لڑکی کو اس دوا کے پینے سے جو فایدہ ہوتا ہے اسکی مطلق خبر نہیں تھی۔ اور والدہ نے خواہ کتنی ہی کوشش کی سب بیکار گئی۔ چنانچہ پھر جاہل اور ممتا کی ماری والدہ نے دوا پھینک دی۔ اور بخار بلا مزاحمت لڑکی کے رگ و پے میں سرایت کرتا رہا۔ پھر طبیب آیا اور اپنے نسخوں کی بے اثری دیکھکر متعجب ہوا۔ اور اس نے دیکھا کہ بیچاری معصوم لڑکی اب قریب المرگ ہے۔ ماں کو جب اپنی لڑکی کی اس حالت کی خبر ہوئی۔ اسپر تو جان کنی کا عالم طاری ہو گیا۔ اور جو حرکت اُس نے کی تھی اسکی معترف ہوئی مگر صد افسوس بعد از وقت تھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی پیاری چہیتی بیٹی راہی عدم ہوئی۔ اب کیا تم خیال کرتے ہو کہ اس والدہ نے اس زر دلاش کو کسی معمولی رنج و الم سے دیکھا ہو گا؟ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اسکو یہ سوجھا ہو گا کہ اسی کی بدولت اسکی بیٹی بے موت آئے مری۔؟ اگر تم کسی طبیب سے پوچھو تو یہ بتا دیگا کہ بہت سے بچے اس طرح فوت ہو گئے ہیں۔ جو بچے تندرستی میں فرمانبرداری کے عادی نہیں ہوتے۔ وہ بیماری میں اس سے بھی بدتر بڑے درجہ کی ضدی بن جاتے ہیں۔ جو کوششیں کسی ضدی بچے کے ساتھ اسلئے کیجاتی ہیں کہ یہ دوا پی لیں وہ بعض اوقات ایسا

جوش پیدا کرتی ہیں کہ دوائی کا اثر سراسر زایل ہو جاتا ہے۔ اور اسطرح پر ایک والدہ کو اپنے بچے کی قبر پر آنسو بہانا پڑتے ہیں صرف اس واسطے کہ اس نے اپنے بچے کو فرمانبرداری نہیں سکھلائی تھی ؛

اس میں کچھ شک نہیں کہ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو انکی ضروریات کی معقولیت سمجھائیں یہ کام انکی تربیت کے واسطے کرنا چاہیے اور انکو اخلاقی مجبوریوں سے بہرہ ور بنانا چاہیے۔ مگر ہمیشہ انپر اس قدر حکومت ہونی چاہیے کہ جس سے یہ فوراً امتثال کریں۔ بجالائے کہ بچہ اپنی ضرورت کی کوئی دلیل دیکھے یا نہ دیکھے فوراً بڑوں کا کہنا سمجھکر تسلیم کرے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بچے پر دلایل کے ساتھ حکومت کرنا ممکن ہے۔ بہت سے موقعے ایسے آئینگے کہ یہ کسی حکم کی معقولیت سمجھنے کے ناقابل ہوگا۔ اور اکثر اسکی خواہشیں فرض کے اس قدر برخلاف ہونگی۔ کہ اسکے سمجھانے کے واسطے جتنی کوششیں کیجائینگی سب بیکار جائینگی۔ لہذا سب سے پہلی بات جو تمہارا مدعا ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو پورا پورا اپنے زیر فرمان رکھو۔ اسکو فرمانبرداری کرنا سکھاؤ۔ مگر اسکو بخوبی یہ سمجھاؤ کہ جو اسے کہا جاوے وہ بلا تامل کرے۔ اسکو عادی کرو کہ خوشی سے تمہارے کہنے پر چلے اسی کا نام امتثال ہے۔ اور اچھی خانگی حکومت کے واسطے یہ سب سے بڑھکر ضروری ہے۔ بغیر اس کے تمہارا گھر مسلسل شور و شر کا منظر ہوگا۔ تمہارے بچے کی پرورش کرنے کی محنت بالکل ناقابل برداشت ہوگی۔ اور ہر طرح سے اغلب ہے۔ کہ تمہاری اولاد کی امید بے باکی بے احتیاطی اور ناشکری سے تمہارا دل پاش پاش ہو جاوے ؛

اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کسطرح یہ عادت فرمانبرداری کی پیدا کرنی چاہیے؟ جیسا کہ بہت سے شخصوں کا خیال ہوگا یہ امر ایسا مشکل نہیں ہے نہ تو اسکے واسطے اعلے درجہ کی علمیت کی ضرورت ہے اور نہ کوئی خفیہ ہنر کی جو بڑی محنت سے حاصل ہو سکتا ہے نہ تو ہنر کی فضیلت اور نہ اعلے درجہ کی تعلیم بچے کو فرمانبرداری

سکھلانے کے واسطے درکار ہے۔ بلکہ وہ اصول جو ہمارے اس راستے میں راہنما ہیں بہت ہی سید ہے اور بہت ہی سادے ہیں۔ اب کوئی ایسا حکم اپنی اولاد کو نہ دو جسکی متابعت کرانے کا تمھارا ارادہ نہیں ہے بچے کو نافرمانی سکھلانے کا موثر طریقہ اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں کہ اُسکو بجاآوری کے لئے وہ حکم دو جسکی فرمانبرداری پر اُسے مجبور کرنے کا تمھارا ارادہ نہیں۔ اس طور پر اولاد اپنی والدہ سے لاپرواہی کرنے کی عادی ہو جاتی ہے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں عادت بہت زبردست ہو جاتی ہے۔ اور بچہ پھر اس قدر مستحکم نظر حقارت سے والدہ کو دیکھتا ہے کہ منت وسماجت اور خوف اور دھمکی کسی چیز کی بھی یہ پروا نہیں کرتا۔

(بالفرض) بیٹی قرآن کو نیچے زمین پر پھینکنا چاہتی ہے اور والدہ کہتی ہے:-

"مریم۔ اس کتاب کو چھوڑ دو"

مریم۔ ایک لمحہ تامل کرتی ہے۔ اور پھر قرآن پکڑ لیتی ہے۔

اتنے میں والدہ نگاہ اُٹھاتی ہے اور دیکھتی کہ مریم پھر قرآن ہاتھ میں لئے کھیل رہی ہے۔ اب والدہ باواز بلند جھڑک کر کہتی ہے:-

"میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ کتاب ہاتھ سے رکھ دو اور تم نے میری بات نہیں سنی؟ تم میرا کہنا کیوں نہیں مانتی؟"

مریم پھر ایک لمحے کے لئے کتاب ہاتھ سے رکھدیتی ہے۔ مگر ایک لحظہ بعد پھر اُسے اُٹھا کر کھیلنے لگتی ہے حتّٰے کہ رفتہ رفتہ قرآن مجید گر تا ہے۔ والدہ لیکا یک اُٹھتی ہے۔ اور مریم کو ایک زور سے تھپڑ مار کر کہتی ہے:-

"دیکھو اب آئندہ میری حکم عدولی نہ کرنا"

مریم رونے لگتی ہے اور والدہ قرآن اُٹھا کر کہتی ہے۔

"میں حیران ہوں میری اولاد اچھی طرح کیوں نہیں میری فرمانبرداری کرتی ہے"

یہ نظارہ جسکا ہم نے بیان کیا ہے کسی طرح دلچسپ نہیں ہے۔ مگر ہمارے تمام ناظرین استانیاں یقین کرینگی کہ یہ کوئی غیر معمولی واقعہ بھی نہیں۔ اور پھر یہ تعجب ہے کہ حسب الدعو

کی اس طرح تنبیہ کی جائے اور پھر وہ نافرمانبردار رہے؟ نہیں۔ درحقیقت اس کی والدہ اس سے نافرمانی کرواتی ہے۔ یہ اُسکو سکھلاتی ہے کہ اُسکی (والدہ کے) حکم کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ بلکہ نامناسب سزا بھی جو اُسکو دیجاتی ہے وہ اسوجہ سے نہیں کہ اُس نے حکم عدولی کی تھی بلکہ اُن ناگہانی نتائج کے واسطے جو اُسکی حکم عدولی سے ظہور پذیر ہوئے تھے۔ یہ مثال جو بیان کی گئی اس میں اگر قرآن لڑکی کے ہاتھ سے نہ گر پڑتا تو اُسکو سزا نہ دیجاتی۔ لہذا تم کو چاہیئے کہ اپنے کنبہ میں اٹل اصول بنالو کہ جو تمہاری زبان سے نکلے وہ بمنزلہ قانون کے سمجھا جائے ؛

ایکبار میں ایک موضع کے قریب گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ مینہ برسنے لگا اور مجکو ایک دہقانی کے گھر میں پناہ لینی پڑی۔ کوئی ۴ لڑکے سارے کے سارے سرکش ناتربیت یافتہ کمرے میں اِدھر اُدھر اچھل کود رہے تھے۔ اور اس قدر غل اور شور مچا رہے تھے کہ اُنکی والدہ سے جو آتشدان کے پاس بیٹھا ہوا تھا میں بات چیت تک نہ کرسکتا تھا۔ مگر جب میں نے کچھ اس شخص سے کہنے کا ارادہ کیا۔ تو اُس نے باآواز بلند کہا:۔

"بس شور مت کرو"

لڑکے جیسے بارش کی طرف سے لاپرواہ تھے ویسے ہی اپنے والد کے حکم کا انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ اتنے میں پھر اُسنے جھڑک کر کہا:۔

"دیکھو لڑکو۔ خاموش رہو۔ ورنہ میں تم کو سزا دونگا"

مگر لڑکے تو ایسی دھمکیوں کے عادی ہوچکے تھے۔ اور بدستور شور و غل مچاتے رہے ؛

آخر کار اُس شخص نے مجھسے کہا:۔

"مجکو تمام گانوں میں سب سے بدتر اولاد ملی ہے۔ یہ لڑکے مطلق میرا خیال نہیں کرتے"

حقیقت یہ تھی کہ اُن لڑکوں کا باپ سب سے بدتر تھا۔ جس طرح اس سے ہوسکتا تھا یہ موثر اور سیدھے طریقوں سے انکو نافرمانی سکھلاتا تھا یہ اُنکو وہ حکم دیتا تھا کہ جنکی تعمیل کرانے کا ہرگز اسکا ارادہ نہ تھا۔ اور لڑکے بھی جانتے تھے۔ بس یقین جانو کہ یہ حد درجہ کا معیوب اور قبیح امر ہے۔ اور جہانتک کوئی والدہ اس امر کی اجازت

دیتی ہے کہ اولاد اُسکی حکم کی تعمیل نہ کرے۔ وہاں تک وہ اپنی اولاد کے سامنے حقیر بنتی ہے۔ اور درحقیقت اسکو نافرمانی کا سبق سکھلاتی ہے ؞

اور کیا کسی حکم کی تعمیل پر اولاد کو مجبور کرنے میں کوئی مشکل ہے؟ اسی لڑکی کی مثال ہے جو قرآن کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ اسکی والدہ اگر منصف مزاج اور حلیم الطبع ہوتی تو یہ کہتی:-

"بیٹی یہ قرآن مجید ہے۔ اور تمکو اسکے ساتھ نہیں کھیلنا چاہیئے"

لڑکی ایک لحظہ تامل کرتی ہے۔ مگر پھر مجبوراً پھینک کر اُسی کتاب کو اُٹھا لیتی ہے جس کے کھیلنے کیواسطے پہ منع کی گئی تھی۔ اُسپر والدہ اُٹھتی ہے۔ لڑکی کو اپنے کمرے میں لیجاتی ہے۔ پھر بٹھا کر اس سے نہایت آرام سے کہتی ہے:-

"مریم۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ کتاب نہ چھونا۔ اور تم نے میرا کہنا نہیں مانا۔ مجھکو بہت رنج ہے کیونکہ اب مجھکو لازم ہے کہ تم کو سزا دوں"

مریم ... پر رونے لگتی ہے اور وعدہ کرتی ہے کہ آیندہ یہ ایسا نہ کریگی ؞

والدہ:- "مگر مریم تم نے میری نافرمانی کی ہے۔ اور تمکو اب سزا دینا لازم ہے"

مریم روتی رہتی ہے مگر والدہ آرام سے اور اچھی طرح اُسکو سزا دیتی ہے اور ایسی سزا دیتی ہے جو اُسکو یاد رہے ؞

اسکے بعد والدہ کہتی ہے:-

"مریم مجکو تمھارا سزا دینا بہت ناگوار ہے۔ میں تمکو پیار کرتی ہوں اور چاہتی ہوں کہ تم نیک بخت لڑکی بنو"

اب شاید یہ اسکو چند لمحہ کیواسطے تنہا چھوڑ دیتی ہے۔ کیونکہ تھوڑی سی دیر کی تنہائی سے سزا کا دلپر گہرا اثر پڑتا ہے ؞

اب پانچ دس منٹ بعد یہ واپس آتی ہے اور مریم کو گود میں اُٹھا کر کہتی ہے:-

"بیٹی کیا تم کو رنج ہے کہ تم نے میری نافرمانی کی"۔

حسب دستور قریباً ہر ایک بچے کی طرح یہ کہتی ہے:- "ہاں"

"تو تم آئندہ محتاط رہو گی اور میری نافرمانی نہ کرو گی؟"

ہاں اماں جان!

والدہ۔ اچھا مریم میں تمکو معاف کرتی ہوں۔ مگر خدا تم سے ناخوش ہے۔ تم نے میری اور اسکی نافرمانی کی ہے۔ اب تم چاہتی ہو کہ میں خدا سے دعا مانگوں کہ وہ تمہاری خطا معاف کرے؟

ہاں اماں جان!

اب ماں لڑکی کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر خدا سے دعا مانگتی ہے۔ اور اسکے فضل و کرم امن و امان اور خوشی و خرمی کی درخواست کرتی ہے۔ اسکے بعد والدہ اس بچی کو مطمئن اور شگفتہ دیکھتی ہے۔ رات کو جونہی اسکی بچی سونے لگتی ہے۔ اسکی والدہ نہایت پیار اور حلیمی سے اسکو اسکی نافرمانی یاد دلاتی ہے۔ اور اسکو نصیحت کرتی ہے کہ خدا تعالے سے معافی کی درخواست کرے۔ مریم اپنی طفلانہ سادگی سے خدا تعالے کے سامنے اپنی خطا کا اقرار کرتی ہے۔ اور اس سے معافی مانگ کر شب کو اپنی خبرداری کی اس سے ملتجی ہوتی ہے۔

اب یہ قیاس کرنا چاہیے کہ جب صبح کو یہ لڑکی بیدار ہوگی تو گزشتہ دن کی اسکی تربیت کا کیا یہ نتیجہ ہوگا کہ اسکے دل میں اس کی والدہ کی محبت زیادہ تر مستحکم ہو؟ جسوقت یہ کمرے میں کھیلتی ہوگی تو کیا یہ اس سبق کو بھول جائیگی جو اسے کل سکھلایا گیا تھا؟ اور پھر یہ اس چیز پر اپنا ہاتھ ڈالیگی جس سے اسکو منع کیا گیا تھا؟ اس قسم کی تربیت سے ایک عام اصول ایک بچے کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ جو دائمی ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک حکم کا اس کے دل پر زیادہ رعب ہوتا ہے۔ اور والدہ کی عام حکومت اور بچے کی متابعت ترقی پذیر ہوتی ہے۔

مجکو معلوم ہے کہ بعض مائیں یہ کہتی ہیں کہ انکے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اپنی اولاد پر اس قدر توجہ کریں۔ مگر اصل یہ ہے کہ جس قدر وقت ایک ایسے کنبے کی خبرگیری کے واسطے درکار ہے جسمیں یہ بدنظمی پھیلی ہوئی ہو۔ اسکا ایک تہائی بھی تو ایسے کنبے کیواسطے

درکار نہیں جب میں باقاعدہ حکومت ہو۔ اپنے کنبے کی حکمرانی وفاداری سے کرنا ہی
صرف وقت کے بچانے کا طریق ہے۔ کیا تم کو یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ متواتر اور دائمی
نافرمانبرداری کی مصیبت اور تکلیف اُٹھاؤ ؟ کیا تم اس طرح اپنا وقت فضول صرف
کر سکتے ہو کہ جب تم کسی کام میں مصروف ہو تو ہر لمحہ تمھاری سرکش اولاد کی شرارت
کے سبب تمھاری توجہ میں خلل پڑے ؟ ؛

فرض کرو کہ ایک ایسی والدہ ہے جسکی ایسی اولاد ہے جو اپنی خوشی اور مرضی کا
کام کرتی ہے ۔ اب والدہ اپنے کام میں ہمہ تن مصروف ہے ۔ فرض کرو کوئی کپڑا سی رہی
ہے ۔ اور یہ ضروری ہے کہ کپڑا بہت ہی جلد تیار ہو جائے ۔ اب ہر لمحہ اسکو مجبوراً
نگاہ اُٹھا کر دیکھنا پڑتا ہے کہ اُسکے بچے کیا کر رہے ہیں ؟ **حفیظ** تو میز پر چڑھا ہوا ہے۔
کلثوم اسکے خانے نکال رہی ہے **کریم** کمرے میں اچھلتا کودتا پھرتا ہے ۔ ان کو
شور سے کان پڑی بات نہیں سنائی دیتی ۔ اور یہ حیران ہوتی ہے کہ کیوں اُسکی
اولاد اور لوگوں کی اولاد سے بڑھکر تکلیف دہ ہے ؛

والدہ (جھڑک کر) :- "کلثوم ۔ میز کے خانوں کو چھوڑ دو "۔

اب کلثوم میز کے خانے چھوڑ کر ایک لمحہ کے لئے بھاگ جاتی ہے ۔ کریم کے پیچھے
دوڑتی پھرتی ہے ۔ اور پھر آکر میز کے خانے نکالنے لگتی ہے ؛

"کریم ۔ بس چُپ چاپ ایک طرف بیٹھ جاؤ "۔

کریم والدہ کے کہنے کی کچھ پرواہ ہی نہیں کرتا ؛

والدہ اُٹھتی ہے ۔ فرش خراب دیکھتی ہے ۔ اور کریم کو جھٹکا دیکر کھینچ لیتی ہے ۔
اور ایک طرف بٹھلا دیتی ہے ۔ تھوڑی دیر بعد جب یہ پھر اپنی جگہ جا بیٹھتی ہے اور
اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے کریم پھاوڑا لیکر اُسپر چڑھ بیٹھتا ہے ۔ اور ایکدم
بھاگنے لگتا ہے ؛

میں آگے اب کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔ مگر ہر شخص جانتا ہے
کہ اس میں کچھ مبالغہ نہیں ۔ کیونکہ ایسے واقعات بارہا ظہور میں آتے ہیں ۔ ہزاروں بچے

اپنے تکلیف دہ - خود مختار - اور ناموزون طریق عمل سے اور ہمیشہ کے لئے بگڑ جاتے ہیں ۔ اب جس والدہ کی ہم نے ابھی مثال بیان کی ہے یہ کہہ سکتی کہ اسکے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ اپنی اولاد کو مطیع بناتی - حالانکہ اگر یہ ہر ایک بچے سے ابتدا ہی سے پیش آتی - تو اس قدر تکلیف اور تضیع اوقات سے بچی رہتی ۔

اب ہم فرضاً ایک اور ایسی والدہ کی مثال لیتے ہیں جو بیٹھی ہوئی کپڑا سی رہی ہے - اس نے اپنی اولاد کو فرمانبرداری اور متابعت سکھلائی - اسکے ۴ بچے ہیں تین کو یہ ایک کونے میں بٹھلا دیتی ہے اور کچھ اینٹیں انکو دیدیتی ہے کہ اسکا بیٹھکر گھروندا بنائیں - اور بالکل شور نہ کریں کیونکہ یہ اپنا کام ختم کرنا چاہتی ہے باقی تین کو علیحدہ ایک کونے میں بٹھلا دیتی ہے - اور انکو سلیٹیں دیدیتی ہے کہ اسپر بیٹھکر تصویریں بنائیں - بچے جو ایسی باقاعدہ متابعت کے عادی ہیں فوراً خوشی خوشی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں - اور کوئی پون گھنٹے تک یہی حال رہتا ہے - انکی والدہ بے غل و غش اپنے کام میں لگی رہتی ہے - گاہے گاہے یہ نگاہ اٹھاتی ہے اور کبھی تو ایک طرف انکا گھروندا دیکھکر اور کبھی دوسری طرف سلیٹ پر تصویریں دیکھکر انکو تحسین و آفرین کرتی جاتی ہے - اور اس طور پر یہ بچوں کو جتلا دیتی ہے کہ یہ ان سے ہمدردی کرتی ہے - اور انکے کام میں دلچسپی لیتی ہے سب بچے خوش و خرم ہو جاتے ہیں - اور والدہ کا بالکل ہرج نہیں ہوتا - مگر یہ والدہ یہ نہیں کرتی کہ انکو ایک ہی کام کرنے دے جبتک کہ یہ اس سے سیر ہو جائیں - بلکہ جب کوئی پون گھنٹے تک یہ ایسا ہی کرتے رہتے ہیں یہ انسے کہتی ہے :-

"اچھا اب تم بہت دیر تک کھیلتے رہے ہو - اب اپنی اینٹیں اٹھا کر ایکطرف رکھدو"۔

مریم :- "نہیں اماں جان - ایک لمحہ اور مجھے کھیل لینے دو - میرا گھروندا تو اب ختم ہونے لگا ہے"۔

شفیق والدہ (مریم) :- "اچھا ختم کر لو - مگر جب ختم ہو جائے تو مجھسے فوراً کہدینا"۔

کوئی چند لمحہ بعد مریم کہتی ہے :- "ذرا دیکھنا اماں جان کتنا بڑا گھروندا میں نے بنا لیا ہے"۔

ماں گھروندے کی طرف دیکھتی ہے - لڑکی کو شاباش کہتی ہے - اور پھر سب بچوں کو کہتی ہے کہ اینٹیں اُٹھاکر جہاں سے لائے تھے وہاں ہی رکھدیں - جن بچوں کے پاس سلیٹیں ہیں یہ اُن سے کہتی ہے کہ سلیٹیں اُٹھاکر لٹکادیں - پنسلیں ایک طرف رکھ دیں - کیونکہ جب صبح اُٹھکر اینٹوں کی ضرورت ہوگی تو اُنکی تلاش کرنے میں کچھ وقت ضایع نہ ہوگا ؛

اب قیاس کرو کہ کس والدہ کے پاس بہت وقت ہے ؟ اور کس والدہ کے پاس سب سے بڑھکر خوش وقتی ہے ؟ اور کونسی ماں کو سب سے بڑھکر بعد میں اپنی اولاد کی الفت اور نیک چلنی سے اطمینان و آرام حاصل ہوگا ؟

شاید بعض لوگ کہینگے کہ یہ تصویر بہت خوش نما ہے - مگر ہمیں اسکی اصلیت کہاں تلاش کرنی چاہیے ؟ بیشک یہ افسوس کی جاہے کہ ایسے نظارے اکثر نہیں ملتے - مگر یہ امر سچ سے بہت دور ہے کہ ایسے نظارے پیش ہی نہیں آتے - بہت سے کنبے ایسے ہیں جنہیں والدہ خوش ہے اور بچے اپنی والدہ سے بڑی الفت کرتے ہیں - اور پھر ان کنبوں میں یہ ضروری نہیں کہ تمول اور علم ہو - ایسے کنبوں کی تربیت کیواسطے نہ کثیر دولت کی ضرورت ہے اور نہ وسیع علم کی - خانگی حکومت کا اصول سیدھا اور سادہ ہے - اسکی ابتدا یہ ہوتی ہے کہ ہر ایک حکم کی تعمیل مجبوراً کیجائے - اور یہ اصول قایم کیا جائے کہ والدہ کی زبان سے جو لفظ نکلے اُس سے ہرگز لاپرواہی نہ کیجائے - ہر ایک منصف مزاج والدہ درحقیقت اپنی اولاد کی معقول خواہشوں کے پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے - یہ انکو خوش و خرم رکھنا چاہتی ہے - مگر یہ کبھی انکو اجازت نہ دیگی کہ یہ اپنی والدہ کی خواہشوں کے برخلاف اپنی خواہشیں پوری کریں ؛

اس کی توضیح کے واسطے ہم اُن لڑکوں کی مثال لیتے ہیں جو اینٹوں سے کھیل رہے ہیں - انکی والدہ انکو کہتی ہے کہ اینٹیں اب اُٹھاکر رکھدیں - مگر مریم اجازت مانگتی ہے کہ تھوڑی دیر تک یہ اور کھیل لے تاکہ جو گھروندا یہ بنا رہی وہ ختم ہو جائے -

ماں چونکہ اس امر کی خواہاں ہے کہ اپنی اولاد کو جہانتک ہوسکے خوش و خرم رکھے۔ اسلئے یہ معقول خواہش منظور کرتی ہے۔ اب تو یہ ایک واجبی امر ہے۔ لیکن فرض کرو کہ اپنی والدہ کے حکم کے برخلاف بچے کھیلتے رہے۔ شاید انکا ارادہ تھا کہ اپنے کھیل میں مصروف رہیں یہانتک کہ جو گھروندا بنا رہی تھی وہ ختم ہوجائے اب یہ سراسر نافرمانی ہے بچے بجائے اپنی والدہ کے حکم کے اپنی خواہشوں پر آپ چلتے ہیں۔ اگر والدہ ضعیف مزاج ہے تو وہ ہرگز یہ گوارا نہ کریگی کہ اس سے چشم پوشی کرے یا سزا نہ دے۔ ممکن ہے کہ اس امر کے متعلق سب حالات دیکھکر یہ خیال کرے کہ اسوقت ایک سخت سرزنش کی ضرورت ہے۔ لیکن اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیگی کہ فرمانبرداری کا ایک سبق انکے ذہن نشین کردے۔

بعض کہتے ہیں کہ ایسی خفیف باتوں پر خیال کرنے سے ضرور والدہ کو ہمیشہ اپنی اولاد میں بہت سے قصور ملینگے مگر یہ ایک بچے کے واسطے خفیف سی بات نہیں ہے کہ اپنی والدہ کی حکم عدولی کرے۔ شاید یہ ایک بار والدہ کی حکم سے لاپرواہی کرنا دوسری بار ایسے امر کے ارتکاب کا باعث ہو۔ یہ بدی کی ابتدا ہے جسے روکنا ضروری ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ہی نافرمانی کے ظہور کا انسداد کرنا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے خفیف اور جزوی قصور بھی اولاد سے سرزد ہوتے ہیں جنپر دانا یا ضعیف مزاج والدہ چشم پوشی کرنا مناسب سمجھیگی۔ اولاد بے خیال اور غافل ہوجائیگی اور اکثر بغیر اصلی ارادے کے سخت سے سخت حکومت سے گریز کریگی۔ لہذا اس امر میں انصاف کی ضرورت پڑیگی کہ کون سے قصور و نیز چشم پوشی کرنی چاہیے اور کن پر چشم نہیں۔ مگر میرے خیال میں ہمکو متیقن ہونا چاہیے کہ سراسر اور علانیہ نافرمانی کی عادت ہیچ ایسی نہ ہو کہ خفیف قصوروں میں شمار ہو۔ ہماری سب سے پہلے والدین (حضرت آدم و حوا) اسی وجہ سے بہشت سے نکالے گئے کہ انھوں نے اس پھل کو کھایا تھا جس کے واسطے انکو ممانعت کی گئی تھی اور گناہ یہ تھا کہ خدا تعالے کے حکم کی نافرمانی کی گئی تھی۔

اب ہر ایک والدہ اپنی اولاد سے فرمانبرداری کروا سکتی ہے اگر یہ بچپن ہی سے اس سے اس طرح پیش آئے۔ کیونکہ ایام طفولیت میں اولاد سراسر والدہ کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ اسکی تمام خوشی وخرمی اسی پر منحصر ہوتی ہے۔ چنانچہ اسلیے خداوند تعالےٰ نے والدہ کو تمام طاقت عطا کی ہے۔ تاکہ یہ اپنی اولاد کی جسطرح چاہے حسب دلخواہ رہنمائی کر سکے۔ ہمنے مثال ماقبل میں دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ حکومت کا اصل اصول ہے:۔

جب تم کوئی حکم دو۔ تو ہمیشہ مجبوراً اسکی فرمانبرداری کراؤ۔ اور خدا تعالےٰ نے ہر ایک والدہ کے بس میں یہ بات دی ہے۔ اس نے تمہارے ہاتھوں میں ایک لاچار بچہ دیدیا ہے۔ جو سراسر تم پر منحصر ہے۔ چنانچہ اگر یہ تمہاری نافرمانی کرے۔ تو جو کچھ تمکو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اسکی خوشی کے سامان کو علیحدہ کردو۔ تاکہ بچہ بخوبی سمجھ لے کہ نافرمانی کرنے سے ضرور سزا سہنی پڑتی ہے۔ جو کچھ خداوند تعالےٰ نے والدہ کو طاقت دی ہے اس سے بڑھکر یہ کیا مانگ سکتی ہے؟ اور جن اغراض کے واسطے یہ طاقت عطا کی گئی ہے اگر ہم اُن کے پورا کرنے میں کامیاب نہوں۔ تو یہ ہمارا گناہ ہے۔ اور اسکا نتیجہ ہمکو اور ہماری اولاد کو بھگتنا پڑیگا۔ تربیت کی مشق بعض اوقات ضروری ہے کہ رنج دہ ہو۔ لیکن اگر تم اس موقع پر ابھی سے اپنے فرض کو پورا کرنے سے جھجکتی ہو۔ تو تم اپنے آپ کو اس غم والم کی فوج کا شکار بناتے ہو۔ جس کی چڑھائی تم پر بعد میں تمہاری نافرمانبردار اولاد کی بدولت ہوگی۔ اگر تم میں اسقدر کافی استقلال اور قوت ارادہ نہیں ہے کہ جب ضرورت ہو تو تم اپنی اولاد کو اس کی خواہشوں سے محروم کردو اور اُسکو سزا دو۔ تو تمکو امید رکھنی چاہیے کہ ایک زمانہ میں تم کو شکستہ دل ہونا پڑیگا۔ اور بہت رنج والم ضعیفی میں تمکو اس کا بدلا ملیگا۔ اور جب تم اوباش لڑکوں اور ناشکرگزار لڑکیوں کو دیکھو تو اُسوقت کو بھی خیال کرو کہ جب تم انکے میلان بدی کو روک سکتے تھے۔ اگر تم اپنے ذاتی آرام کو اپنی اولاد کی بہتری اور بہبودی۔ اور اپنی دائمی خوشی وخرمی پر ترجیح دیتے ہو تو اپنی اس سیاہ بختی کی

بھی شاکی ہو جسکو تم نے اپنی مرضی سے پسند کیا ہے۔ اور جب تم اُس قادرِ مطلق کی میزانِ عدالت کے سامنے اپنی اولاد کو ملو گے اور یہ تمہاری طرف اشارہ کر کے کہیگی یہ تمہاری ہی ادائیگی فرض کی غفلت تھی جس نے ہم کو بہشت سے نکالدیا اور لا انتہا غم و الم میں پھینکدیا۔ اسوقت تمپر وہ اثر ہوگا کہ جسکے بیان سے زبان قاصر ہے۔ ہائے! والدہ کو اپنے فرض سے غفلت کرنا بہت ہی خوفناک ہے۔ ابدی تقدیریں تمہاری سپرد کیگئی ہیں۔ جو اثر اسوقت تم کام میں لا رہے ہو یہ جاری رہیگا۔ اور ابدالآباد تک نسلاً بعد نسلٍ چلا جائیگا۔

باب سویم

مادری حکومت

اولاد پر حکمرانی کی چند ہدایتیں اور بھی ہیں جنکا بیان کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو بچوں کی قدرتی طبایع میں ایک اختلاف عظیم ہوتا ہے۔ بعض کے خیالات بڑے نازک ہوتے ہیں اور محبت سے پیش آنے سے بہت جلد مطیع ہوجاتے ہیں بعض قدرتاً آزاد طبع اور خودرائے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کسی بچے کے جذبات بھڑک جاتے ہیں۔ اور اُس کی قوت ارادہ کسی بات پر ٹھن جاتی ہے۔ اور یہ بجز ایک سخت کوشش کے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ قریباً ہر ایک والدہ ان باتوں سے واقف ہے۔ اور یہ چاہتی ہے کہ اکثر ان حرکات سے بچے کا چال چلن مذبذب ہو جاتا ہے۔ اگر اسوقت بچہ غالب آجائے تو بعد ازاں والدہ کے واسطے یہ قریباً ناممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اسپر اپنا اقتدار بحال رکھ سکے۔ بچہ سمجھتا ہے کہ میں فاتح ہوں اور والدہ مفتوح ہے اور بہت ہی سخت دقت سے پھر یہ اپنی آزادی کو

نہ سے چھوٹ سکتی ہے - اگر اسکے برعکس والدہ غالب آئے - اور بچہ مغلوب ہو جائے -
تو یہ سمجھتا ہے کہ اب فیصلہ ہو گیا ہے - اور اسکے پاس اب اتنی جرات نہیں رہی
کہ اس کا مقابلہ کرے - جس نے اپنے آپ کو اس سے اعلیٰ ثابت کر دیا ہے - مجکو
ایسی حالتیں اور رقت خیز حالات معلوم ہیں - جو والدہ کے بہت کچھ حد سے
بڑھکر دل دکھانے کا باعث تھے - لیکن اگر ایک دفعہ انکی بنا پڑ جائے تو یہ
اس وقت تک جاری رہتے ہیں جبتک کہ بچہ مغلوب ہو - مگر والدہ کے
واسطے یہ کسی طرح ذرا سی [illegible] نہیں کہ یہ دل چھوڑ بیٹھے اور مغلوب ہو جائے ؀

چند سال گذرے کہ حسب ذیل ایک تنازعہ مشاہدہ میں آیا تھا - ایک صاحب
اپنے آتشدان کے نزدیک ایک روز شام کو بیٹھے ہوئے تھے - نزدیک اور گرد انکے
بال بچے تھے انہوں نے ایک حروف تہجی کی کتاب اٹھائی اور اپنے ایک چھوٹے
بچے کو بلایا کہ آکر اسے پڑھے - اس لڑکے کا نام احمد تھا اور کوئی چار سال کی اسکی
عمر تھی - اسکو حروف تہجی تمام معلوم تھے - مگر اس وقت اتفاقاً یہ کچھ سست
طبیعت اور بے دل سا تھا - اور بالکل اس قابل نہ تھا کہ اپنے والد کی فرمایش
پوری کر سکے - جس وقت اسکے والد نے اسے بلایا یہ [illegible] منہ بنا کر آیا مگر جب
والد نے حروف تہجی کے پہلے حرف پر انگلی رکھکر اس سے پوچھا - اور کہا -

"احمد یہ کونسا حرف ہے"؟ لڑکے نے کچھ جواب نہ دیا - احمد کتاب کو دیکھتا تھا
اور چپ چاپ تھا [illegible]

والد (بہ پیشانی سخت) - "بیٹا خوب تم حرف الف تو جانتے ہو"!

احمد - "میں الف نہیں کہہ سکتا"!

والد (ترش روئی اور سختی سے) "تمکو کہنا پڑیگا - یہ کونسا حرف ہے"!

احمد نے جواب دینے سے انکار کیا - اب اچھا خاصہ تنازعہ شروع ہو گیا - احمد اپنے
ارادے میں مستقل تھا اور اس نے ٹھان لی کہ یہ نہیں پڑھونگا - مگر والد کو معلوم تھا
کہ اگر لڑکے کو غالب آنے کا موقع دیا گیا تو اسکو سراسر برباد اور تباہ کرتا ہوگا - یہ جانتا تھا

کہ خواہ کچھ ہو۔ کیسی ہی دقت اور مشکل کیوں نہ لاحق ہو مگر اسکو مغلوب کرنا چاہیے۔ چنانچہ والد نے اسکو دوسرے کمرے میں لیجاکر سزا دی۔ پھر بیٹے کو واپس لایا اور پھر اسکو حرف دکھلایا مگر احمد نے اب بھی اُسکے بتلانے سے انکار کیا باپ پھر بیٹے کو کمرے میں لے گیا۔ اور آگے سے بڑھکر سخت سزا دی۔ مگر کچھ فایدہ نہوا۔ ضدی لڑکا اب بھی حرف بتلانے سے انکار کئے گیا اور جب اُسے بتلایا گیا یہ حرف الف تھا تو اُس نے کہا "مَیں الف نہیں کہہ سکتا"۔ پھر والد نے جہانتک ہو سکا سخت سزا دی۔ اور پھر بھی لڑکے نے حالانکہ اس کا تمام بدن تھر تھرا رہا تھا۔ حرف بتلانے سے انکار کیا۔ باپ اسپر نہایت متفکر ہوا۔ اُس کو افسوس تھا کہ کیوں خواہ مخواہ اسقدر تنازعہ کو اس نے طول دیا۔ یہ ابتک اسقدر سخت سزا اپنے لڑکے کو دے چکا تھا کہ اس سے بڑھکر سخت سزا دینے سے یہ ڈرتا تھا۔ تاہم خود رے اور سرکش لڑکا اسکے سامنے کھڑا سسکیاں بھر رہا تھا۔ اور تھر تھرا رہا تھا۔ مگر بظاہر مثل پتھر کوشش سے مس نہ ہوتا تھا۔ والد کو اسوقت بہت رنج تھا۔ اسکو مجبوراً جو کچھ تکلیف اپنے بچے کو پہنچانی پڑی تھی اسپر اسکا دل پاش پاش ہو رہا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ اب اس سوال کا فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ فاتح کون ہے اور مفتوح کون ہے اور جب ایک مرتبہ تک اس بچے کا لڑکا اسی طرح ٹھہرا رہا۔ اس کو اس کا انجام سوچکر بہت خوف ہوا۔ والدہ بھی پاس ہی بیٹھی تھی اور اس میں شک نہیں کہ اسکو بھی بہت صدمہ گذر رہا تھا۔ مگر بالکل مطمئن تھی۔ کیونکہ والدین کا فرض تھا کہ اپنی اولاد کو مطیع کریں۔ اور یہ بھی جانتی تھی کہ ایسی آزمایش کی گھڑی میں والدین کے رنج و الم کو دخل نہ کرنی چاہیے۔ نہایت ہی سخت دلی سے والد نے پھر اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑا کہ اسکو کمرے سے باہر لیجاکر اور سزا دے۔ مگر اسکی غیر متوقع خوشی دیکھو۔ کہ لڑکا زیادہ تکلیف برداشت کرنے سے جھجکا اور چلا کر کہنے لگا:۔

"ابا جان۔ میں حرف بتلا دونگا"۔ باپ نے اسوقت بے خیال سے جسکا اندازہ آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ کتاب ہاتھ میں لی اور حرف پر انگلی رکھی۔

احمد (نہایت صفائی سے): "الف"

والد (دوسرے حرف پر انگلی رکھ کر): "اور یہ کیا ہے؟"

احمد: "ب"

"اور یہ کیا ہے؟"

"س"

والد (پھر پہلے حرف پر انگلی رکھ کر): "اور یہ کیا ہے؟"

مغلوب لڑکا: "الف"

"اچھا اب کتاب اپنی والدہ کے پاس لیجاؤ اور جو حرف وہ پوچھے اسکو بتلاؤ"

والدہ: "بیٹا یہ کیا حرف ہے؟"

"الف"

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بالکل مغلوب ہوگیا تھا۔ باقی بچے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس تنازعہ کو دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ میدان کس کے ہاتھ رہا تھا۔ اور احمد نے وہ سبق سیکھ لیا جو اس نے اپنی تمام عمر میں نہ بھولا۔ اسکو معلوم ہوگیا کہ آیندہ اسکو ایسا غیر واجبی جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ اچھی طرح اسکے ذہن نشین ہوگیا کہ سب سے بڑھکر پُر امن اور مسرت بخش راستہ اسکے واسطے متابعت ہے۔

مگر شاید کوئی شخص یہ کہے کہ بچے کو اسقدر سخت سزا دینا بیرحمی تھی۔ بیرحمی! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سراسر رحم اور محبت تھی۔ بیشک بیرحمی ہوتی اگر والد اسوقت کو بد اندیشہ پہنچاتا اور اپنا فرض ادا کرنے سے جھجک جاتا۔ جو ضد یا بدی اسوقت بچے کے دل میں تھے۔ جسقدر اون میں قوت تھی۔ اور غلبہ پانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگر بلا مزاحمت چھوڑ دیے جاتے۔ تو اغلب تھا کہ بچے کے حق میں یہ سب بحکم سم قاتل ہوجاتے۔ اور ساتھ ہی اسکو اسکے دوستوں کے حق میں ضرر رساں بنا دیتے۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ اگر بچہ اسوقت فتح پاتا تو آیندہ جتنی کوششیں

اس کے مغلوب کرنے کے واسطے کیجاتیں سب بیکار اور بے سود جاتیں۔ اور کوئی بندش
اس کے واسطے نہ رہتی۔ بیرحمی! اے کاش ہماری اولاد اُن لوگوں کی شفیقانہ نامہربانی
سے بچی رہے جو ایسی اصلی بیرحمی۔ اور حقیقی مہربانی کو بیرحمی سمجھتے ہیں۔

اگر ممکن ہو تو ہمیشہ ایسے تنازعوں سے احتراز رکھنا چاہئے۔ بہت سے بچوں کو اُنکے والدین
بلا کسی ایسے تنازعہ میں پڑنے کے پہلے درجہ کا مطیع بنا لیتے ہیں۔ اور اسمیں کچھ
شک نہیں کہ کسی بچے کو معمولی علم سے تربیت کرنا اچھا ہے بہ نسبت اسکے
کہ کسی ایسے خوفناک جھگڑے کا سامنا کیا جاوے۔ جس میں بعض اوقات بہت
سختی درکار ہوتی ہے۔ لہذا عقل ہمکو سکھلاتی ہے کہ ہم بچے کو ایسا موقع نہ دیں
کہ اپنی تمام قوت لگا کر ہمیں مخالفت کرنی پڑے۔ وہ خاص موقع اور خاص اطوار کے
ہوتے ہیں جو عموماً ایسی باغیانہ طاقت کا اظہار کراتے ہیں۔ اگر ہم ذرا سی پیش بینی
سے کام لیں تو اکثر بغیر کسی قسم کی مناسبت کے ہم اس برانگیختہ خیال کو بجائے اسکو
اسکی حد درجہ کی تقویت دینے کے دور کر دینگے۔ معقول انتظام سے بعض اوقات ہم
ایسی بغاوت کو اسکے سب سے پہلے ہی اظہار پر روک سکتے ہیں قبل اسکے کہ یہ اس
حد تک زبردست ہو جاوے کہ ہمکو اپنی تمام طاقت اسکے سر کرنے میں صرف کرنی پڑے۔

بطور تمثیل کے ہم فرض کرتے ہیں کہ کلثوم اور احمد آج شام کو باہم کھیل رہے
ہیں۔ احمد دق ہو کر اپنی بہن کو مارتا ہے۔ اس نے یہ حرکت بغیر کسی
قسم کی ترغیب کی ہے۔ لہذا اسکو سزا ملنی چاہیئے اور اسکو اپنی بہن سے معافی
مانگنی چاہیئے۔ مگر والدہ دیکھتی رہی ہے کہ احمد کی طبیعت صبح سے شام تک تمام دن
بہت بگڑی ہے۔ اس نے آج بڑی سرکشی اور سرزوری دکھلائی ہے۔ والدہ
دیکھتی ہے کہ اسوقت یہ جوش میں ہے اور غضبناک ہے۔ ہر ایک والدہ جانتی ہے کہ
ایسے خیالات کے اختلاف غیر معمولی نہیں ہیں۔ ایک دن تو ایک بچہ خوش اور سلیم ہوتا
ہے۔ دوسرے دن بالکل برعکس۔ یعنی ذرا ذرا سی چیزوں سے یہ دق ہوتا ہے۔ اور
اُسکی طبیعت بہت بگڑی ہوئی ہے۔ والدہ دیکھتی ہے کہ اسکے بچے کی یہ حالت ہے

اس نے قصور کیا ہے اور اسکو اپنی بہن سے معافی مانگنی چاہیے۔ مگر وہ یہ بھی جانتی ہے کہ ایسے ناموافق اور پرجوش طبیعت کی حالت میں یہ نہایت زور سے اس کی حکم عدولی کریگا۔ جیساکہ بلا وجہ یہ دق ہے۔ اسیطرح اس سے یہ کہنا کہ اپنی بہن سے معافی مانگے نہایت ہی سخت جبر کا کام ہوگا۔ اگر اسکی والدہ اس سے ایسا کرنے کو کہے تو اسکی طبیعت کا میلان انکار کرنے کی طرف ایسا زبردست ہوگا کہ ہر طرح یہی اغلب ہے کہ یہ متابعت کرنے سے انکار کرے۔ تو اب والدہ کو چاہیے کہ بیٹے کو سزا دے۔ اور اگر اس نے ایسا کیا تو پھر وہ جھگڑا شروع ہو جائیگا۔ جبتک کہ بچہ متابعت نہ کرے برابر جاری رہیگا۔ اب اس جھگڑے سے احتراز کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا والدہ بیٹے کے قصور سے چشم پوشی کرے؟ نہیں۔ والدہ اٹھتی ہے۔ اسکا ہاتھ پکڑتی ہے۔ اور کہتی ہے:۔

"بیٹا دیکھو تمنے بڑی سخت غلطی کی ہے۔ تمہاری طبیعت بگڑی ہوئی ہے۔ اور اب ہمیں تمکو ہمارے پاس نہیں رہنا چاہیے۔ میں تمکو پلنگ پر لیجاتی ہوں"۔ چنانچہ اتنا کہکر اسے کمرہ میں لیجاتی ہے۔ مگر قبل اس کے کہ یہ اسے تمام رات کے واسطے یہاں چھوڑ دے۔ یہ اس سے نرم مگر غمناک آواز میں کہتی ہے کہ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔ اور خدا بھی تمہارے اس فعل سے بہت ناخوش ہے۔ جیساکہ دستور ہے بچہ دعا مانگتا ہے۔ یا پلنگ کے قریب دو زانو ہوکر خدا کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ پھر والدہ اسے اسکے اپنے خیالات میں اور سونے کے واسطے چھوڑ دیتی ہے۔

غرض اسطور پر اسے اپنے قصور کی سزا ملجاتی ہے۔ اور جب یہ پلنگ پر پڑا ہوتا ہے اور باہر سے اپنے بھائی بہنوں کی ہنسنے بولنے کی آواز سنتا ہے۔ تو اسکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سعادت مند لڑکا بننا کیسی دانائی کی بات ہے۔ صبح کو یہ جاگتا ہے۔ رات بھر میں اسکے پرجوش خیالات کو آرام مل چکا ہے۔ یہ سوچتا ہے کہ اپنی گزشتہ دن کی حرکت سے یہ کیسا ناخوش ہوا۔ اور آئندہ احتیاط

رکھنے کا ارادہ کرتا ہے۔ نیند کے آرام دہ اثر سے اسکے تمام باغیانہ خیالات سرد پڑ جاتے ہیں۔ اسکے جذبات برانگیختہ نہیں ہوتے۔ اب والدہ بلا کسی خوف کے کہ یہ سرکشی اور خودرائی سے مزاحمت کریگا جو چاہے اسکے دل نشین کر سکتی ہے۔

جب صبح کو سب بچے باہر آتے ہیں۔ یہ احمد اور کلثوم کو اپنے سامنے بلاتی ہے۔ اور ہر ایک کا ہاتھ پکڑ کر نہایت حلم سے کہتی ہے۔

"بیٹا کل رات تم نے اپنی بہن کو مار کر ہم سب کو ناراض رکھا"

"ہاں اماں جان مجکو افسوس ہے"

احمد کہتا ہے اور آسانی سے اسکے دل میں پشیمانی اور مصالحت کا خیال آ جاتا ہے جو اسکے دل میں اس گھڑی کم از کم بغیر بہت سخت مشکل کے نہ آ سکتا تھا جب یہ غصے میں بھرا ہوا پرجوش تھا۔ چنانچہ مناسب انتظام [illegible] آ سکتا ہے۔ اور تنازعہ کا بھی سامنا نہیں ہوتا۔ احمد کے قصور سے چشم [illegible] اور یہ مطیع ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر والدہ بچے کے طبیعت کی [illegible] کا خیال نہ کرکے اسکو اسی دم اسکی بہن سے معافی مانگنے کا حکم دیتی۔ تو اغلب تھا کہ ایسا تنازعہ برپا ہو جاتا جو ماں اور بیٹے دونوں کے واسطے بہت ہی دردناک ہوتا۔ اور تربیت کا آخری اثر بھی بچے کی طبیعت پر ایسا عمدہ نہ پڑتا۔ لیکن بعض صورتیں کثر ایسی بھی پیش آتی ہیں کہ ایسے جھگڑے سے بچنا ممکن نہ ہوگا۔ لیکن والدہ کا یہ فرض ہے کہ استقلال اور دلیری سے اس کا سامنا کرے اگر تم اس وقت اپنی بات [illegible] سے پھر گئیں یا دو قدم [illegible] کی حالت میں واپس [illegible] تمہاری ذمہ کی ہے۔ کیا یہ والدہ کی شفقت ہے کہ بچے کو ہر بات میں بجائے اسکے کہ وہ [illegible] اپنے بچے کو پالے جس سے یہ تنبیہ ہو جائے۔ تو اور کیا یہ مہربانی ہے کہ وہ ان جذبات کو غالب آنے دے جو اگر مغلوب ہوں تو اسوقت کے واسطے اور نیز ابدالآباد تک اسے پوری سزا دینگے۔ اگر دنیا میں کوئی بیرحمی ہے جو حقیقتاً خوفناک ہے۔ تو وہ بیرحمی ایک کاذب نازبرداری کرنیوالی والدہ کی ہے۔

غرض یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ان موقعوں پر جہاں والدین اور اولاد میں ایسے تنازعہ ناممکن الاحتراز ہوں۔ والدین کو اپنے فرض کو ادا کرنے میں استقلال چاہیے۔ لیکن تاہم ایسے تنازعوں سے بہت سی حالتوں میں احتراز ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی لڑکا حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ تم اس کو اس نافرمانی پر صرف سزا دے سکتے ہو اور بس یہاں مشکل ختم ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ تم ہر حالت میں جو حکم پہلے دو اسکو پورا کرا لو یعنی فرض کرو کہ تم نے ایک چھوٹی لڑکی سے کہا کہ یہ اپنی بہن کو کتاب دیدے۔ اور اس نے انکار کیا۔ اب دو طریقے ہیں جن سے تم اپنا حکم برقرار رکھ سکتے ہو۔ تم اٹھو اور خود کتاب لڑکی سے لیکر اسکی بہن کو دیدو۔ اور پھر نافرمانبردار لڑکی کو ایسی سزا دو جسکی وہ مستحق ہے یا یہ کہ تم فرمانبرداری پر اصرار کرو۔ اور لڑکی پر زبردستی کر کے ایسا جھگڑا پیدا کر لو جو طول طویل اور پیچیدہ ہو۔ اب تم ان دونوں طریقوں میں سے کس کو اختیار کرتے ہو؟ تمکو چاہیے کہ مستقل رہو اور خود ہی اسکا فیصلہ کرو۔

ماقبل مثالوں میں ہم نے وہ خیالی اختلافات بیان کئے ہیں جو بچوں میں ہوتے ہیں جس شخص کا تعلیم سے کچھ بھی تعلق ہوگا وہ اسکو مشاہدہ کرنے سے نہ چوکا ہوگا۔ قریباً ہر ایک شخص یہ بات جانتا ہے کہ اکثر ایسے موقعے بھی آتے ہیں جب اسکی طبیعت مغموم ہوتی ہے۔ ہمارے مزاج صحت جسمانی کے مطابق مکدر اور مسرور ہوتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص کہ اس قابل ہو کہ بلا اختلاف ہر وقت ایک ہی طور پر برقرار اور مسرور رہے اور کسی طور کی کدورت یا فکر اسکی طبیعت کی حالت میں خلل انداز نہو اسکو دل کی ایک بڑی فتح حاصل ہوتی ہے۔ بعض اشخاص کے نظام عصبی ایسی نزاکت سے وضع ہوتے ہیں کہ ذرا سی مشرقی ہوا یا بارش کے دن سے انکا دل بالکل بیقرار اور مضطرب ہو جاتا ہے۔ جب ہم بعض دانا اور عمدہ سے عمدہ شخصوں کو ایسی ناسازیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں تو ہمکو بچوں سے تحمل اور ہمدردی کرنی سیکھنی چاہیے۔ ایسے موقعوں پر ایک منصف مزاج والدہ یہ سمجھکر کہ آتش مزاجی جسمانی اور دماغی دونوں قسم کی ناسازی ہے۔ حتی الوسع بچے کو برقرار اور مطمئن کرنے کی کوشش کریگی۔ جو چیز اسکے خیالات کو بھڑکانے

والی ہوگی وہ اس سے احتراز کریگی اور اُن خیالات کو دل سے بھلا کر یا اور کسی شغل یا تنبیہ سے سرد کرنے میں کوشاں ہوگی۔ غرض اس طور پر بچے کو بہت سی ناخوشی سے بچا لیگی اور محبت آمیز اور خوشگوار طبیعت کو ترقی دیگی۔ غالباً بہت سے والدین بچوں کے دلوں کے اُن اختلافات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اسطرح اُنکو واقعی رنج پہنچتا رہتا ہے۔ بچے کی طبیعت ایسی نازک واقع ہوئی ہے کہ یہ لاپرواہی اور تشدد کے طریقوں سے قابو میں نہیں آتی۔ انکے شفیق اور حلیم خیالات کو مادرانہ ہمدردی اور محبت سے اُبھارنا چاہیے اور ہمکو کوشش کرنی چاہیے کہ انکی اتفاقی آتش مزاجی کو اسطرح سرد کریں کہ انکے دل کو ناگوار جوش دینے والی امور سے باز رکھیں اور مسرت بخش خیالات میں ان کو محو کریں۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ بچوں کی قدرتی طبایع میں ایک عجیب اختلاف ہے۔ مگر اس سے بڑھکر اور کوئی امر یقینی نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک طبیعت بدانتظامی سے بہت دق ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ ایک بچہ جو خیر از حس خیالات کا ہو معقول تربیت سے حلیم اور شفیق بن سکتا ہے۔ طبیعت کی تربیت تعلیم کا ایک ضروری حصہ ہے۔ اور اسی واسطے بچے کے خیالات اور میلان طبع کو غور و خوض سے جانچنے اور تربیت کو ان تغیرات کے موافق بنانے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی صورتیں پیش آئینگی جنمیں والدہ کو اپنی فرض کی تمیز مشکل ہوگی۔ مگر ایسی صورتیں شاذ و نادر ہی پیش آتی ہیں۔ ظاہر اعمدہ حکمت عملی یہ ہے کہ جب بچہ اس طرح پر جوش حالت میں ہو۔ تو اسکو ترغیب و تحریص کی قوت سے جہانتک ہو سکے باز رکھا جائے۔ اور اگر یہ کوئی قصور کرے جسکا انسداد ضروری ہو تو ایسی سزا دینی چاہیے کہ جس سے قرار اور آرام رہے۔ مثلاً اسکو آگ کے پاس آرام سے بٹھلا دو۔ اور کہدو کہ آدھ گھنٹے تک یہ یہاں سے نہ اٹھے۔ کوئی دلچسپ کتاب یا کھلونا اسکے ہاتھ میں دیدو جس سے اس کا دل بہلے۔ اور اس طور پر شرارت کے موافق سزا ہونی چاہیے۔ یہ سزا مسخرانہ نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ بچہ اسکو جلد سمجھتا ہے

اور یہ اس قسم کی ہے جس سے بہت فایدہ متصور ہے۔ بعض قصور ممکن ہے کہ اس سے ایسا ہی سرزد ہو۔ جو بلحاظ اسباب موجودہ کے قابل خیال ہو۔ مثلاً یہ تنک مزاجی سے اپنی بہن سے پیش آیا۔ والدہ نے اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ مگر پھر بھی اسکو اس کی تنک مزاجی سے فوراً تدبیر کرنے کی ضرورت معلوم ہوگی۔ اور اگر اس نے کوئی ایسی دل بہلانے والی بات نکالنے کی کوشش کی جس سے یہ خوش ہو جائے یعنی اس نے اپنا کام چھوڑ دیا۔ اور بچوں کے ساتھ اُنکے کھیل میں شریک ہوگئی۔ یہانتک کہ اسکے مسرت بخش اثر سے خوشی و خرمی انکو حاصل ہوگئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ اس طرح سے کہے۔

سعود احمد۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی سلیٹ لو۔ اور کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ اور میں دیکھوں کہ تم کسی جانور کی ایسی تصویر بنا سکتے ہو کہ میں اسکو دیکھتے ہی بتلا سکوں کہ یہ فلاں جانور ہے اور کلثوم تم بھی اپنی سلیٹ لو اور اپنے بھائی کے پاس جا بیٹھو اور تصویر بناؤ۔ اب بچے اپنے نئے کھیل سے خوش ہوگئے۔ یہ اب اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے ہیں کہ اُنکی ماں نہ سُن لے کہ کونسا جانور یہ بنانے لگے ہیں۔ اور اس سیدھی سادی تدبیر سے آتش مزاجی کا جو بادل اُمنڈ رہا تھا وہ بہت جلد زایل ہوگیا۔ اگر والدہ نے اسکے برعکس بچہ کو اسکے اتفاقیہ تنک مزاجی کی سزا دی ہوتی تو اسکی طبیعت اسقدر جلد یا ایسی خوشی سے اصلی حالت پر نہ آتی یا اگر والدہ اس موقع پر کچھ خیال نہ کرتی تو بچہ کی ترش مزاجی بڑھتی اور اُس کو ضرر پہنچتا۔ اور اغلب تھا کہ ایک جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوتا۔ اگر والدہ علے التواتر غور کرتی رہیگی تو یہ اُن تغیرات کو پہلے ہی سے دیکھ لیا کریگی اور بہت سی مشکلات کو اس طرح روک دیگی۔

اگر بچے نے عمداً اور ارادتاً قصور نہیں کیا تو کبھی سزا نہ دو۔ اکثر بچوں کو ناانصافی سے سزا دیجاتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہوگا جو باتیں دراصل غلط ہوتی ہیں وہ نظر انداز کردیجاتی ہیں اور پھر سزا کسی ایسے قصور پر دیجاتی ہے جسکا بچہ اصل قصوروار نہیں ہوتا ایسا طریق بچے کے دل سے اتفاقیہ حادثات اور قصور بالعمد کے مابین امتیاز کی قوت کو

سزا عمل کر دیتا ہے۔ اور یہ طریقہ بذاتہ برا اور ناقص ہے۔ والدہ
کو تمام طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر جابر اور ظالم بن سکتی ہے۔ اور
بچہ لاچار ہوتا ہے۔ اس سے بڑھکر اور کوئی بیرحمی نہیں ہو سکتی جو اس طرح
اکثر پر جوش والدین اپنی اولاد پر کیا کرتے ہیں۔ یہ اکثر ہوتا ہے کہ جو والدہ ناانصافی
کرنے کا ارادہ نہیں کرتی اتفاقیہ واقعات اور قصور میں تمیز کرنے سے غافل رہتی ہے۔ مثلاً
ایک بچہ کمرے میں کھیل رہا ہے۔ اور اتفاقاً اسکا کپڑا اچھٹ گیا۔ یا اسکی گیند سے
دریچہ کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا۔ ماں کو جو اس سے دقت ہوتی ہے اسلئے وہ اٹھتی ہے
اور جلدی سے اپنے بیچارے بچے کو سزا دیتی ہے۔ ممکن ہے کہ ایک بچہ لاپرواہ ہو
اور ایسا لاپرواہ کہ سزا کا مستحق ہو۔ اس حالت میں کسی اتفاقیہ واقعہ پر اسے سزا
نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ لاپرواہی پر جو اس کا خود اپنا قصور ہے۔ اور عموماً اس
بے انصافی سے بڑھ کر عمل میں آتی ہے۔ سب سے بڑھکر عام وجہ
بے انصافی کی سزا دہی کی یہ ہے کہ کسی کام کے اتفاقیہ وقوع کو بچے کے اصلی قصور میں شامل
کر دیا جاتا ہے جو بچہ سے کام کرنے میں ہوا تھا۔ ہمارا سب کا میلان یہ ہے کہ
ہم کسی قصور کا اندازہ اسکے نتائج سے کرتے ہیں۔ ایک بچہ جسکو اجازت دیدی
گئی ہے کہ کرسیوں پر چڑھے اور میز سے چیزیں اٹھائے وہ اتفاقاً کسی بیش قیمت
چیز کو گرا دیتا ہے۔ اب والدہ بچہ کو سخت سزا دیتی ہے۔ مگر بچہ کا قصور کیا ہے جتنے
اسکو یہ تو سکھلایا ہی نہیں کہ اسے کرسیوں اور میز پر نہیں چڑھنا چاہیئے۔ اس میں
کچھ شک نہیں کہ اس میں کچھ نافرمانی نہ تھی۔ اور اس کو مطلق خبر نہ تھی کہ یہ کوئی نا
مناسب کام کر رہا ہے۔ اگر صرف ایک کتاب گر پڑتی۔ تو غالباً اسکی کچھ پرواہ نہ کیجاتی۔
مگر صرف یہ امر کہ ایک چیز بجائے دوسری چیز کے گر پڑی۔ قصور کی ماہیت کو نہیں
بدل سکتا۔ اگر یہ سب سے قیمتی گھڑی ہوتی جو گر پڑتی۔ اور اس طرح بالکل ٹوٹ
جاتی اور یہ امر اگر سراسر اتفاقیہ ہوتا تو بچہ سزا کا مستحق نہیں ہے۔ شاید بعض
لوگ کہینگے کہ ایسے امر پر دلیل دینے کی کچھ ضرورت نہیں جو ایسا صحیح اور صاف ہے

مگر کیا یہ امر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ایسی "ناشفقانہ" کام بہت بکثرت ہوتے ہیں؟ اور کیا ہر ایک والدہ کو خبر نہیں ہے کہ وہ اس بارے میں اچھی طرح محتاط نہیں ہے؟ ایک والدہ کے واسطے اپنے خیالات پر بڑا بھاری ضبط رکھنا ضروری ہے۔ یعنی اسکی طبیعت میں ایسی برقراری اور اطمینان ہونا چاہیے۔ جو آسانی سے متحرک نہ ہوسکے۔ ورنہ یہ ان حادثات پر جنکے باعث اسکے نادان بچے ہونگے۔ اکثر بے انصافی کر بیٹھے گی؟

کیا کوئی یہ استفسار کرتا ہے کہ ایسے موقعہ پر جسکا ذکر پہلے کیا گیا کیا کرنا چاہیے؟

جواب سیدھا سادھا ہے۔ بچوں کو سکھلانا چاہیے کہ وہ ایسا کام نہ کریں جس سے مال اسباب کے خراب ہونے کا خوف ہو اور پھر اگر وہ ایسی حرکت کریں جس سے انکو منع کیا ہے تو خواہ نتیجہ اسکا کسی چیز کا نقصان ہوا یا نہیں وہ قصوروار ہیں مذکورہ حالت میں اگر بچے کو اس طرح پر تنبیہ کی گئی ہے اور پھر وہ ایسا کرے تو یہ سراسر نافرمانی ہے۔ اور ایک ہوشیار والدہ کسی ایسے طریق کو اختیار کریگی اور بغیر کسی قسم کا غصہ ظاہر کرنے کے یہ اچھی طرح مستقل مزاج ہو کر کہیگی:-

برخوردار میں نے اکثر تمکو منع کیا ہے کہ تم میز پر نہ چڑھنا۔ مگر تم نے نہ مانا۔ اور میری نافرمانی کی۔

بیٹا:- مگر اماں جان میرا منشا کچھ نقصان کرنے کا تو نہ تھا۔

برخوردار میں جانتی ہوں کہ تمہارا منشا نقصان کرنے کا نہ تھا۔ میں تمکو نقصان کرنے کا خطاوار تو نہیں ٹھیراتی۔ مگر تم نے میری نافرمانی کی ہے۔ نقصان اگر ہوتا تو وہ اتفاقیہ امر تھا۔ مگر نافرمانی تو تمنے جان بوجھکر کی۔ اور بڑی بھاری غلطی کی۔ مجھکو تمہیں سزا دینے کا بہت افسوس ہے مگر میں تمکو سزا دونگی۔ یہ میرا فرض ہے۔

پھر یہ اسے سزا دیگی۔ یعنی یا تو اسے ماریگی۔ یا اسے اسکے شغلے کی کسی بات سے یا بازی کے آرام و آسایش کی کسی چیز سے اسے کچھ عرصے کے واسطے محروم رکھیگی۔ بہرحال سزا نافرمانی کی دیجائیگی۔ نہ کہ اتفاقیہ نقصان کی جو نافرمانی کی بدولت ہوا۔ اب بچہ بجز اسکے

کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ اسکو سزا مناسب و واجب دی گئی ؛

مگر سوال ابھی باقی رہتا ہے اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ بچے کو میز پر چڑھنے یا کمرے میں ادہر اُدہر گیند پھینکنے سے منع نہیں کیا گیا تو کیا کرنا چاہیے ؟ اس صورت میں ظاہر ہے ماں کو کوئی حق حاصل نہیں کہ بچے کو قصوروار ٹھہرائے - قصور یہ ہے کہ بچے کو پہلے سے یہ نہیں سکھلایا گیا کہ یہ حرکت نامناسب ہے - اب جو کچھ والدہ کر سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ پھر دوبارہ ایسا موقع آنے دے اور پھر آئندہ ایسا کرنے سے بچے کو منع کرے ؛

اگر بچہ بہت چھوٹا ہے تو والدہ کے واسطے یہ ضروری ہوگا کہ اکثر واقعہ کو دو ایک بار بیان کرتی ہے تاکہ یہ سبق بچے کے ذہن نشین ہو جاوے - اگر اس نے ایسا نہ کیا تو یہ واقعہ بہت جلد اُسکے دل سے محو ہو جائیگا - اور پھر چند روز بعد ممکن ہے کہ دوبارہ یہ سراسر فراموشی کے عالم میں چلا جاوے اور جس کھیل سے اِسے منع کیا گیا ہے اُسیکو کر بیٹھے ؛

بچے کی نادانی کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے - فرض کرو کہ تمھاری ایک چھوٹی بیٹی کل ۱۲ ۱۸ ماہ کی ہے یہ کسی نئی اخبار کو پھاڑ کر اپنا دل بہلاتی ہے جو تم اُسے دیتے ہو اُسکے واسطے یہ ایک بالکل نیا و دلچسپ تجربہ ہے - کسی دن اتفاقاً تمھاری توجہ کسی خاص کام میں عرصے تک مشغول رہی اور آخرکار تمنے یہ دیکھنے کے واسطے نظر اُٹھائی کہ کیوں یہ اتنے عرصے تک چپ چاپ فرش پر بیٹھی رہی ہے - مگر تم کیا دیکھتے ہو کہ اسکے ہاتھ میں ایک بیش قیمت کتاب ہے جسکو اس نے قریباً تمام پھاڑ ڈالا ہے - اور سب سے پہلے تمھارے دل میں یہ جوش پیدا ہوا کہ اسے سزا دو یا کم از کم اسکو اس نقصان پر سخت تنبیہ کرو - مگر کیا دراصل یہ کوئی ایسا کام کرتی رہی ہے جو سزا یا تنبیہ کا مستحق ہے ؟ یقیناً نہیں - بھلا یہ کس طرح جان سکتی ہے کہ اُسکے واسطے ایک کاغذ کو پھاڑ ڈالنا تو مناسب ہے مگر دوسرے کاغذ کو پھاڑنا اس کا قصور ہے ؟ یہ تو بالکل نادان ہے اور نادانی ہی سے ہی یہ حرکت کی ہے - اب صرف یہی مناسب ہے کہ ایسی صورت میں بچے کو یہ سکھلانے کی کوشش کیجیے کہ کتاب کو احتیاط سے اُٹھانا چاہیے اور اُسے پھاڑنا نہ چاہیے

مگر بغیر اسکو سزا دیتے یہ کسطرح سکھایا جا سکتی ہے! یہ تمہاری طیش آمیز لہجہ سے سکھائی جا سکتی ہے نیز تمہارے چہرے کی غمناک نداز سے کہ اس نے ایک ایسا کام کیا ہے جسکا تمکو افسوس ہے۔ اس طور پر آسانی سے ایک خیار اور ایک کتاب میں جو فرق ہے وہ لڑکی سیکھ سکتی ہے۔

ایک لڑکا جو کوئی دو برس کا تھا اوسکی یہ عادت تھی کہ پنسل سے کاغذ پر لکیریں کھینچکر اپنا دل بہلاتا۔ ایک دن اسکا والد کمرے میں آیا اور اُس نے دیکھا کہ لڑکے نے ایک نئی کتاب کو بہت ہی خراب کر دیا تھا۔ پنسل کی لکیریں تمام کتاب پر کھنچی ہوئی تھیں لڑکے کو بالکل خبر نہ تھی کہ یہ کیا نقصان کر رہا ہے۔ اسکا والد جس وقت کمرے میں آیا یہ اپنے کام میں برابر مصروف رہا۔ بہت سی حالتوں میں والد اُسوقت طیش میں آکر کتاب لڑکے کے ہاتھ سے چھین لیتا اور اُسکو ایک زور سے تھپڑ مارتا اور میرا خیال ہے کہ اس والد کے دل میں بھی پہلے یہی خیال پیدا ہوگا۔ حالانکہ اسکی طبیعت بڑی برقرار اور سلیم تھی۔ بہر حال اس نے فوراً دیکھ لیا کہ یہ حرکت بہت نامناسب ہے۔ کیونکہ اس نے آہستہ سے بچے کے قریب جاکر نہایت حلیم اور خوشگوار آواز میں کہا:۔

"اوہ! بیٹیا بیٹا۔ تم تمام کتاب خراب کر رہے ہو!"

لڑکا سر اُٹھا کر حیرت سے دیکھنے لگا۔

"بیٹا یہ کتاب ہے اور تمکو اسپر لکیریں نہیں کھینچنی چاہیئے۔ یہ دیکھو (ورق الٹکر) تم اپنے والد کی کتاب خراب کروگے۔ یہ دیکھو تمہارے واسطے کاغذ ہے اسکو لو اور اسپر لکھو۔ مگر کبھی کتاب پر مت لکھنا!!"

باپ نے جیسی یہ خراب ہوگئی تھی اُٹھالی۔ اور بغیر کسی قسم کے اظہار جوش کے اسکو ایک طرف رکھدیا۔ اب ایسی حالت میں ایسا طریق اختیار کرنا صاف ظاہر ہے کہ کیسا مناسب ہے لیکن تاہم کس قدر کم بچے ایسے ہیں۔ جو ایسی حالت میں ناواجب سزا سے بچ جاتے ہیں!

غرض یہ مثالیں اس امر کو جتلانے کے واسطے کافی ہیں کہ بچے کی نادانی کا
لیے اتفاقیہ امور میں لحاظ رکھنا کیسا ضروری ہے اور ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے
کہ کسطرح اکثر بچے سزا پاتے ہیں حالانکہ انکا کچھ قصور نہیں ہوتا۔ اگر کسی بچہ کو جب
خطاوار ہو تب ہی سزا دیجائے اور جب بے خطا ہو تب بھی سزا دیجائے۔ تو اُسکے
دل سے راستی اور ناراستی کی تمیز بالکل محو ہو جاتی ہے۔ لہذا خاندانی حکومت
کے واسطے یہ بہت ضروری قاعدہ ہے کہ کبھی بچے کو سزا نہ دو جب اُس نے ارادتاً
قصور نہیں کیا ہے ❊

کبھی یہ خیال مت کرو کہ تمھارا بچہ اتنی عمر کو نہیں پہنچا کہ تمھاری فرمانبرداری کرے۔
ہم ہیں یہ تو بڑی سہل بات ہے کہ ہم جھٹ کوئی عذر بنا لیتے ہیں جب ہم اپنے اُس
فرض سے غفلت کرتے ہیں جو ہماری اولاد کا ہم پر واجب ہے۔ کبھی تو ہم کہدیتے
ہیں کہ ہمارا بچہ بہت نادان ہے اور کبھی کہ دیتے ہیں کہ بہت بیمار ہے۔ بعض وقت
جب بچہ کوئی کام اپنی خاطر خواہ کر بیٹھتا ہے تو والدین کو کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ لگجاتا
ہے۔ مگر ہم ایک بچہ کو اوائل عمر میں بھی فرمانبرداری سکھلا سکتے ہیں۔
ہم ایک بلی کے بچے کو یا کُتے کے پلے کو آسانی سے سکھلا سکتے ہیں کہ یہ گوشت کے ٹکڑے
پر مُنہ نہ ڈالے۔ جب اُسکو حکم دیا جائے فوراً کمرے سے باہر نکلجائے اور ایسے ہزاروں
کام سکھلا سکتے ہیں جنہیں فوراً فرمانبرداری کیجائے۔ حال میں ایک فرانسیسی نے
بہت سے ملک کنارے کے پرندے تماشہ دکھلانے کے واسطے جمع کئے ہیں اس نے اُنکو
اپنی آواز سے ایسی عجیب فرمانبرداری سکھلائی ہے کہ یہ قطار باندھکر کمرے
میں ادھر سے اُدھر جاتے ہیں اور اور بہت سی عیاریاں کرتے ہیں۔ تو کیا اب ہم
یہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ ایک بچہ جو پندرہ مہینہ یا دو برس کا ہے۔ ایک چڑیا سے فہم
میں کمتر ہے؟ اور کیا ایسے لڑکے کے واسطے عذر کردینا چاہیے کہ ابھی اسکو اتنی سمجھ
نہیں کہ اُسے فرمانبرداری سکھلائی جائے؟ ایک نہایت منصف مزاج والدہ جس نے
بچوں کے ایک بڑے کنبہ کی پرورش کی ہے۔ اور جو کہ سب نیز نہ اور مفید کاموں میں لگے ہوئے

ہیں۔ کہتی ہے کہ اس نے یہ طریق اختیار کیا تھا کہ پہلے سال صرف اپنے بچے کی متابعت کی۔ اور بعد میں بجنسہ اُنسے متابعت کی امید رکھتی۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے اسکا یہ مطلب نہ تھا کہ جونہی بچہ ایک سال کا ہوا یکایک اسکی تمام حالت بدل گئی بلکہ اسکا مطلب تھا کہ ایام طفولیت کے پہلے مہینوں میں یہ اپنا فرض سمجھتی تھی کہ حتی الوسع اپنے بچے کو خوش وخرم اور آرام سے رکھے۔ یہ کوشش کرتی تھی کہ پہلے ہی سے اسکی تمام ضروریات مہیا ہو جائیں۔ یہ اپنے بچے کی خواہشوں کی فرمانبرداری کرتی۔ مگر جب بچہ ایک سال کا ہو جاتا تو یہ سمجھتی تھی کہ اب یہ اسقدر کافی عمر کو پہنچ گیا ہے کہ یہ ایک شایستہ تربیت یافتہ خاندان کے مروجہ قواعد پر چلے میں جانتا ہوں کہ بہت سے والدین یہ کہینگے کہ بچے پر حکومت شروع کرنے کے واسطے یہ بہت ہی اوایل وقت ہے۔ اور ایسے بھی شاید بکثرت ہونگے جو کہینگے کہ یہ بعد از وقت ہے یعنے اس سے پہلے ابتدا ہونی چاہیے کہ جونہی بچہ اس قابل ہو جائے کہ کسی ممانعت یا حکم کو اشاروں یا نگاہوں سے سمجھ جائے۔ فوراً والدہ کی حکومت اُسکے دل نشین ہونی چاہیے۔ جبکہ بہت سے والدین کا خیال اسکی نسبت ہے کہ یہ بہت ہی اوایل وقت ہے۔ مگر جس والدہ کو اس میں کچھ شک ہے اُسے یہ تجربہ بطور آزمایش کے کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیسی آسانی سے یہ اپنے بچے کو سکھلاتی ہے کہ اسکو دستپناہ وغیرہ نہیں چھونا چاہیے۔ یا جب یہ اسکی گود میں میز پر بیٹھا ہو۔ اسکو پیالہ یا چمچہ نہ چھونا چاہیے۔ لہذا بچہ ایسی باتوں سے اپنی زندگی کے زمانے میں متابعت سیکھ سکتا ہے۔ اور کسقدر تکلیف سے وہ والدہ بچ رہیگی جو اسطرح اوایل عمری میں ہی اپنے بچے کو فرمانبرداری سکھلاتی گی۔ اور کسقدر رنج وغم سے یہ اپنی اولاد کو بچا لیگی۔ اگر یہ اسکو اسکی بچپنی ہی میں پوری فرمانبرداری سکھلائیگی ٭

بہت سختی سے بچنا بہتر ہوا۔ اگر عمدہ اور مناسب حکومت استقلال کے ساتھ کیجائے تو شاید ہی سختی کی ضرورت پڑے۔ جب کبھی سزا کی ضرورت ہو اور سنجیدگی اور اطمینان سے سزا دیجائے تو سزا کے موقعے بہت کم پیش آئینگے۔ والدہ کو

ہمیشہ اپنی اولاد سے شفقت اور حلم کرنا چاہیے - اُسکو چاہیے کہ اپنے بچوں سے اُنکے چھوٹے
چھوٹے کھیلوں میں ہمدردی کرے - اُسکو چاہیے کہ اُنکو خوش و خرم رکھنے میں کوشش
کرے - اور اُنکی معتمد بنے - اور جب کبھی اُنسے قصور ہو تو اُسکو غضبناک نہ ہونا چاہیے
بلکہ رنجیدہ ہونا چاہیے اور اُنکو رنجیدہ ہو کر سزا دینی چاہیے نہ کہ غصہ ہو کر - خاندانی حکومت
میں خوف ایک بڑا مفید اور ضروری اصول ہے - خدا تعالے اپنی مخلوق پر فرمانروائی
کرنے میں اسے استعمال کرتا ہے - لیکن بلا استثنا سے اسکا [illegible] ہے کہ انکا [illegible]
رفتہ رفتہ اسکی مزاج کو برباد کرتا ہے - وہ خاندان کیسا ناخوش ہوگا جسمیں ہمیشہ والدہ
اپنا ناک بھوں چڑھائے بیٹھی رہتی ہے - اور جہاں ہمیشہ اُسکی آواز سختی
اور غضب بھری ہوئی سنائی دیتی ہے - ہم ایسے والدین کو دیکھتے ہیں - اُنکے بچے
اُنسے خوف کھاتے ہیں - یہ بیچارے ہمیشہ اُنکے سامنے بے بس رہتے ہیں - اور گھر اُنکے
واسطے بجائے امن و امان اور خوشی و خرمی کے مسرت بخش جگہ کے ایک خوفناک
قیدخانہ بنجاتا ہے - مگر جس خاندان میں کہ والدہ اپنے بچوں سے خندہ پیشانی سے
پیش آتی ہے - جب بچے اُس سے اظہار الفت کرکے اُسے خوش کرتے ہیں تو یہ انکو
انعام دیتی ہے - اور اُن سے حلیم اور محبت کے لہجہ میں مخاطب ہوتی ہے -
تو گویا یہ انسان کے دل کے اس ساز کو چھیڑتی ہے جس سے خوشگوار نغمے نکلتے
ہیں - اور یہ والدہ انسانی فطرت کے سب سے بڑھکر شفیق اور شریفانہ اصولوں کو کام میں
لاتی ہے - اور اس طرح پر وہ دلکو اس قابل بناتی ہے کہ تربیت کا کوئی وعدہ اگر ہمیشہ کام
اسپر خوش اسلوبی سے نقش ہو جاسکے - بچے جانتے ہیں کہ یہ انکو سزا دینا پسند نہیں
کرتی - مگر جب کوشش بے اثر رہتی ہے اور نافرمانبرداری پیدا ہوتی ہے - تو والدہ کو ہرگز
نہ چاہیے کہ ایک لحظہ تامل کرے اور اپنے آخری علاج سے دست کشی کرے بلکہ اُسے
چاہیے کہ جسقدر ضرورت ہو - سخت سزا دے - ایسی چند صورتوں سے قریباً ہر ایک
بچہ سیکھ جائیگا کہ نافرمانبرداری سے فرمانبرداری کسقدر بڑھکر عمدہ ہے +
اس طور پر حکومت کرنے میں مستقل اور عادل ہونے سے اور ہر ایک بچے کو عالم طفلی ہی میں

تربیت شروع کرنے سے تمام معمولی حالتوں میں بہت سی سختیوں سے احتراز ہو سکتا ہے
کسی والدہ کے واسطے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے بچوں سے بات چیت کرنے میں سختی ۔
ترش روئی یا بد مزاجی کا اظہار کرے۔ اگرچہ صاف صاف سمجھ لیا جاتا ہے کہ نافرمانی کی سزا
بغیر نہیں رہ سکتی۔ تو بھی ہر ایک عمدہ خاندانی حکومت قریباً سراسر شفقت سے ہونی چاہیئے
میں بجز اسکے اور کچھ نہیں کر سکتا کہ اُن بیچارے ناشاد بچوں پر ترس کروں جو اپنے والدین
سے شفقت اور اُنپر اعتماد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ جو اپنی والدین کی طیش آمیز
نگاہ اور غصہ ور الفاظ سے ڈرتے اور ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں اور جو کہ اسیواسطے
ہمیشہ اس امر کے آرزومند ہوتے ہیں کہ یہ کسیطرح گھر سے خلاصی پا کر نکل جائیں تا کہ
خود خوشی و خرمی کا حظ اٹھائیں۔ گھر کو سب سے بڑھکر خوشگوار اور پسندیدہ جگہہ بنانے
کی ہر طرح سے کوشش کرنی چاہیے۔ چاروں طرف خوشی و خرمی کے سامان مہیا کرنے
چاہئیں۔ اور اس طور پر اپنے بچوں کے دلوں میں با امن اور خالص خوشی و خرمی کا
حس پیدا کرنا چاہیے۔ اس طور پر اس کا دل نہایت عمدگی کے ساتھ بدی سے پاک ہو جائیگا
اور جب اپنے والدین کی دہلیز سے قدم باہر نکالیگا تو یہ آرزو بھری نگاہ سے اسکی خوشیاں
یاد کر کے پیچھے دیکھے گا۔ اور اُن والدین کا شکریہ ادا کرے گا جنھوں نے اس مکان کو
اس قدر خوشی و خرمی کی جگہہ بنا دیا تھا۔ آیندہ عمر میں بھی جب تمہارے بچے خاندانوں
کے بزرگ بنینگے۔ تو یہ بھی اپنے بچوں کے دلوں میں وہی اصول بٹھلائینگے۔ جو اُنھوں نے
تم سے سیکھے ہیں۔ اور اسطرح تمہاری تعلیم و تربیت کا اثر ان ہزاروں تک پہنچ جائیگا
جو ابھی دنیا میں بھی نہیں آئے ہیں ؛

کسقدر ہم اُن عظیم ذمہ واریوں کا بہت ہی کم خیال کرتے ہیں جو ہمارے سپرد ہیں
اور اس وسیع اثر سے جو نیکی یا بدی دونوں کے واسطے ہمارے اختیار
میں ہے اور جسے ہم عمل میں لا رہے ہیں کسقدر کم خبردار ہیں! ہم ایک سلسلہ
وجوہات کا قایم کرتے ہیں جو تمام آیندہ وقت میں جاری رہیگا۔ ہم عدم کو سدھار جائینگے۔
مگر مدت تک ہمارے الفاظ اور ہمارے افعال چال اور چلن کے وضع ہونے میں مدد دیتے رہینگے

لہذا ہم اُن وجوہات کو روک نہیں سکتے جو ہماری زندگی کی بدولت ترقی پذیر
ہیں - اور پھر یہ اس فانی انسان کو یا تو نیکی اور بہشت کی طرف لیجا رہے ہونگے - یا اسکو
نفسانیت گناہ - اور غم و الم کے حوالے کر رہے ہونگے ! -

باب چہارم

والدہ کی مشکلات

باب ماسبق میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایسا صاف اور ظاہر ہے کہ جیسا
شخص بے اختیار استفسار کرے گا کہ پھر کیوں خاندانی حکومت عموماً ایسی ناقص
ہے ؟ کیوں بہت ہی کم لوگ اپنی اولاد کو پورا فرمانبردار بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں
ان امور کے بہت سے وجوہات ہیں جنکے یہ نتائج ہیں - ممکن ہے کہ تربیت کے قواعد
صاف اور سیدھے سادے ہوں - ہم بہت سے اغراض کا ایک
اشتراک ہو جانے کہ اُنہیں اولاد کو مجبور کریں کہ والدین جھجک جائیں -

ا - ایک بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ والدین میں خود ضبطی کی ضرورت ہے - دنیا
میں کسقدر کم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مزاج پر فتح حاصل کی ہے - جو
ہے کہ زندگی کے مختلف تغیرات اور تبدیلات کا استقلال اور دلجمعی سے
کسقدر کم لوگ دنیا میں ہیں - جو کثر اپنے آپ سے باہر نہیں ہو جاتے
اور پرجوش خیالات کا اظہار نہیں کرتے ! اور کیا کوئی والدہ بچے پر حکومت
کی امید کر سکتی ہے جب وہ خود اپنے آپ پر حکومت نہیں کر سکتی ؟ خاندانی حکومت

بہت شدومد سے گھر سے ہی شروع ہونی چاہیے۔ یعنی اسکی ابتدا والدہ کے سینے
سے ہونی چاہیے۔ اسکو اپنے آپ کو ضبط کرنا اور اپنے جذبات پر غالب آنا سیکھنا چاہیے
اسکو اپنے بچوں کے سامنے حلیم اور صلاحیت کی ایک مثال پیش کرنا چاہیے ورنہ
اسکو ہرطرح امید رکھنی چاہیے کہ اسکی تمام کوششیں بچوں کے جذبات پر غلبہ پانے
کی اکارت جائینگی۔ ایک بچہ کو غصہ آجاتا ہے اور وہ اپنی بہن کو مار بیٹھتا ہے۔ اور
ماں کو غصہ آتا ہے اور یہ اپنے بیٹے کو مارتی ہے۔ اب دونوں والدہ اور بیٹا بالکل
ایک ہی غلطی کے قصوروار ہیں۔ ان دونوں کو غصہ آیا اور غصے میں دونوں
نے ایک شخص کو مارا۔ اور اب اس غلط سزا کا اثر کیا ہوگا؟ یہ ممکن ہے کہ بچہ اس طرح
ڈرجائے اور دوبارہ اپنی بہن کو نہ مارے۔ مگر کیا بچہ اس سے یہ سیکھ جائیگا
کہ اس نے قصور کیا ہے یعنی غصہ ہونا شرارت ہے؟ کیا اس کا کوئی اچھا اثر اسکے
دل پر پڑیگا؟ یہ دیکھتا ہے کہ اسکی والدہ کو غصہ آیا۔ اور اس طرح یہ سیکھ گیا کہ غصہ
ہونا مناسب ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ جب اسکی والدہ کو غصہ آیا تو اس نے مارا۔ اور
اس طرح یہ سیکھ جاتا ہے کہ یہی امر اسکے واسطے بھی مناسب ہے۔ سزا کا اثر بلاواسطہ
یہ ہے کہ جذبہ کے شعلہ کو اسکی خوراک ملجاتی ہے اور اسکے شدید ہونے کو تقویت حاصل ہوتی ہے
ایسے طریق میں جیسا کہ یہ ہے نہ تو اخلاقی تعلیم ہے اور نہ کوئی نیک تربیت ہے۔ اور
ایک والدہ جس نے اپنے نفس کو فتح نہیں کیا ہے۔ جو اپنے جذبات کی بخوبی نگہبانی کر
نہیں سکتی۔ اکثر اسی طرح سزا دیگی۔ جب ایک ایسی والدہ کے نیچے بچے پرورش پاتے ہیں تو تکلیف
دہ پہلو تو یہ ہے کہ ہمکو کوئی اور سوال نہ پوچھنا چاہیے کہ کیوں یہ حلیم اور فرمانبردار نہیں ہیں
اور جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ کسقدر شاذونادر کوئی شخص ہمکو ایسا نظر آتا ہے جو اکثر غصہ
اور شرارت میں آکر نازیبا کام نہ کرتا ہو تو ہمکو اس بات پر شاید تعجب
نہیں ہو سکتا کہ تقریباً ہر گھر میں بدنظمی اور حکم عدولی ہے۔

خود ضبطی تمام اوقات میں اور تمام حالتوں میں نہایت ہی ضروری ہے۔ علاوہ اسکے
بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ بہت سے والدین بچپن سے بچوں کو قابو میں رکھنے کے

عادی نہیں ہیں۔ اور اسی وجہ سے انکو ان خیالات کو دور کرنے کے واسطے بہت
سخت جد و جہد کی ضرورت ہوگی جو بعض اوقات قریبا خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر ہمکو
یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا کرنا ضروری ہے ورنہ ہم اپنے بچوں سے تہذیب خواہی نہیں کر سکتے
ہمکو خود اپنے خیالات اور اپنے افعال کو سخت تہذیب کے زیر عمل رکھنا چاہیے۔ ورنہ ہمارے
واسطے یہ امید رکھنا بالکل فضول ہوگا کہ ہم انکے جذبات تہذیب کریں اور انکے چلن کو سدھاریں
جو ہمیشہ تربیت اور تمثیل کی امید رکھتے ہیں بہت سی صورتیں ایسی پیش آئینگی جنمیں والدہ
کے صبر کی بہت ہی سخت آزمایش ہوگی۔ جبتک کہ والدہ کو قدرتاً خاص طور پر طمانیت
مزاج حاصل نہو یا ابتدا سے خود ضبطی کی عادت نہو۔ اسکو معلوم ہوگا کہ بہت کچھ خاص
اپنے دل کے بارے میں کرنا ہے۔ ہم اس شے پر نہایت شد و مد سے زور دینگے کیونکہ
یہ نہایت ہی ضروری ہے۔ غصہ ایک عارضی دیوانگی ہے۔ اور اس سے بڑھکر قابل
افسوس اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک والدہ کو اپنی آتش غضب میں مجنون ہوکر اپنے بچے
سے بدلا لیتے دیکھا جائے۔ والدہ کو چاہیے کہ جب کبھی اس کی اولاد سے غلطی ہو تو وہ رنجیدہ
ہو اور اپنے رنج کو ظاہر کرے اسکو چاہیے کہ جس تنبیہ کی اس صورت میں ضرورت ہو
اُسے نہایت نرمی اور بے قراری سے کام میں لائے۔ مگر اسکو ہرگز نہ چاہیے کہ اپنے مشتعل
خیالات کا اظہار کرے۔ یا زبان سے غلیظ بیہودہ کلمات نکالے۔ اگر اسکا اپنا دل اس طرح
برقرار و بے جوش رہیگا تو وہ اپنی تمثیل اور نصیحت دونوں سے بچے کی تربیت کر سکیگی
یہ نہایت آسانی سے اپنا فرض ادا کر سکیگی اور اُسکو نہایت معقول اور منصفانہ طور پر
پورا کریگی۔ جبتک اپنے جذبات کی برتری سے بچے کے دل میں اسکی وقعت اور تعریف
کو جگہ نہ ملیگی۔ اور جبتک ایسا نہ کیا جائے۔ والدہ کے واسطے یہ ناممکن
ہوگا کہ تربیت کے قواعد پر بچے سے عملدرآمد کرا سکے۔
خواہ وہ کیسے ہی بے عیب سادے ہوں۔

۲۔ ایک اور عادت پرورش اطفال کی راہ میں استقلال کا ہونا ہے۔ والدہ
کے واسطے یہ ہمیشہ رنج دہ ہے کہ بچے کو اسکی کسی دل بہلانے والی چیز سے محروم کر دیا

اسکو تکلیف پہنچاے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش کرنے میں
عذر اور بہانے کرنے کے عادی ہیں۔ تمہارے بچے نے قصور کیا اور تم جانتے ہو کہ
اُسے سزا دینی چاہیے۔ مگر تم اس سزا دینے سے جھجکتے ہو۔ اب تربیت کے قواعد سے
واقف ہونا کس کام کا ہے اگر ہم میں اسپر علدرآمد کرنے کا استقلال نہیں ہے؟ تعلیم
کے مضمون پر ایک دو کتابیں پڑھ لینے سے کچھ فایدہ نہیں جبتک ہماری مرضی ہو
کہ دلجمعی اور دلی ارادہ سے ہم اپنے بچوں کو جب کبھی موقع ہو سزا دیں اور یہی کمزوری
اور یہی غمناک فرض کے ادا کرنے سے شریرانہ انکار ہے۔ جس سے ہزاروں خاندان
تباہ و برباد ہو گئے ہیں ۔

بعض اوقات والدہ علانیہ طور پر اپنے شوہر سے شکایت کریگی کہ اس نے
اپنے ضدی بچے کو کیوں سزا دے۔ یہ اسکو بیرحم اور سنگدل کہیگی۔ اور اپنی شریرانہ
ہمدردی اور پیار سے اپنے بچے کو اسکی خودرائی میں ثابت قدم بنائیگی۔ اب ایسے
طریق سے کس بات کی امید ہو سکتی ہے؟ ایسی والدہ اپنے بچے کے سب سے بڑھکر
بیرحم اور سنگدل دشمن ہے۔ اس سے بڑھکر تم اپنے بچہ کے واسطے اور کوئی تباہ
کنندہ کام نہیں کر سکتے۔ تم اسکے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے کہ تمھارے بچے کو یہ سکھاؤ
کہ تم سے نفرت کرے اور تمکو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ اور شاید ہی بمشکل تم اپنے واسطے
قبر تک غم و الم اور بے عزتی مہیا کرنے کے واسطے کچھ اور کر سکتے ہو۔ بہ نسبت اسکے کہ اپنے ساورانہ
خیالات کو ایسا کمزور بنا لو کہ جنکے باعث کہ تم تربیت کے دردناک مگر ضروری
فرض سے غافل رہو ۔

میں اُس والدہ سے پوچھتا ہوں جو یہ کتاب پڑھتی ہے کہ آیا کبھی اسکو اس جنگ
کی خبر ہوئی ہے جو فرض کے مادے اور میلان طبیعت میں ہوتی ہے؟ فرض نے تم سے کہا ہے
کہ اپنے بچے کو سزا دو۔ مگر میلان طبیعت نے کہا ہے کہ اسکی نافرمانی سے چشم پوشی کرو۔ اب
میلان طبیعت غالب آیا۔ تمھارا بچہ فتحمند چلا گیا۔ اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ اپنے گناہ
میں ثابت قدم ہو گیا۔ بس یقین جانو کہ اس طرح خود تمھارے دل میں تمھاری کامیابی

کے واسطے ایک روک ہے اور جبتک تم اس روک کو دور نہ کرلو جو کوشش تم اسکے علاوہ کروگے سب بیکار اور بے سود جائیگی یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے کہ ہم اس کتاب کو ان تمثیلوں سے جو ایسی حالتوں کی ہوں اور نیز اُن خوفناک نتائج سے بھر دیں جو اُنسے پیدا ہوتے ہیں ؛

چند سال ہوے کہ ایک عورت بیوہ ہوگئی - اسکے چند چھوٹے چھوٹے بیٹے تھے - یہ اُنپر دل و جان سے فدا تھی - اپنے خاوند کی وفات کا جو رنج اور صدمہ اُسے ہوا تھا اس سے یہ اور بھی حد درجہ کا اپنے بچوں کو پیار کرنے لگی - اور انھیں بچوں پر اسکی امید منحصر تھی - جیسے کہ یہ غمناک اور ناشاد تھی - اسکو کب گوارا تھا کہ ان بچوں کو سزا دے یا اُنکو انکی کسی ایک خوشی کے اسباب سے محروم کردے - آہ ناشاد اور گمراہ عورت ! کیا امید کرسکتی تھی کہ ایسے طریق کے نتائج سے بچ رہیگی ؟ اسکو یہ لچر امید تھی کہ اسکے پیار کے باعث اسکی اولاد اس سے محبت کریگی - اور اب ایک لڑکا انمیں سے ۱۷ برس کا جوان ہے - بڑا قوی الجثہ - تکلیف دہ - اور خود رائے - یہ سراسر مادری تنبیہ سے آزاد ہے - اپنے کنبے کا یہ دیو ہے - اور اسکی غمزدہ والدہ اس بار الم سے قریباً دل شکستہ ہے - باقی لڑکے بھی اس راہ پر آرہے ہیں - یہ اس مصیبت کو جسکا دور کرنا بعد از وقت ہے دیکھتی ہے اور کانپ اُٹھتی ہے - اسکے واسطے بہت ہی مسرت بخش ہوتا اگر یہ بیوہ بے اولاد ہی رہجاتی - اسکے بچے اسکے واسطے ظالم ہیں - اور یہ اُنکی غلام ہے - اب اُسکے واسطے پیچھے پھرنا یا اس ضرر کی تلافی کرنا ناممکن ہے جو اُسنے اپنے آپکو اور اپنے بچوں کو پہنچایا ہے - شاید بمشکل اس سے بڑھکر کوئی حالت زیادہ قابل ترس ہو سکتی ہے اور اس رنج کو غم کی کیا وجہ ہے ؟ صرف یہ کہ والدہ نے اپنے فرض سے جان بوجھکر غفلت کی - یہ اپنے غریب یتیم بچوں کو ایک بیوہ والدہ کی تمام محبت اور الفت سے دیکھتی رہی اور یہ گوارا نکرسکی کہ انکو ضروری تنبیہ کرے یا اپنے احکام کی متابعت پر انکو مجبور کرسکے - یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ جب یہ نافرمانی کرتے ہیں تو اسکو چاہئیے تھا کہ انکو سزا دیتی اور یہ کہ اسکا فرض تھا کہ اولاد کو محکوم مجبور بناتی یہ اُسکی نادانی نہ تھی - جسکے باعث یہ نامرادی اور بدبختی اسپر پڑی - یہ استقلال کی عدم موجودگی -

اور وہ احمقانہ بے رحم اور سنگدل پیار تھا جس نے اسکو خود اپنے خیالات سے مشورہ
لینے کی ترغیب دی جائے۔ اسکے اپنی اولاد کی دائمی بہبودگی اور فلاح کا خیال کرتی۔

شاید ناظرین استفسار کرینگے کہ آیا یہ بیان کسی سچے واقعہ کا ہے۔ بیشک یہ
اُن ہزاروں واقعات میں سے ہے جو دنیا کے پردے پر ہر جگہ پیش آتے ہیں ہم والدہ
سے خود شاید سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا کبھی اس نے اپنے اردگرد اس طرح دنیا کی
امیدوں پر پانی پھرتے دیکھا ہے۔ کیا یہ کوئی حیرت نہیں تھی کہ ہم ایسی [illegible] سے
بچیں؟ اور شاید ہم [illegible] دنیا میں [illegible] ہیں اسکی چشم دید [illegible]
ہے کہ یہ اولاد کی بے استقلالی خاندانی رنج والم کا سب سے بڑا باعث ہے۔

ہم [illegible] چال چلن کی [illegible] ہوتی ہے [illegible]
بے سود ہونگے کہ وہ شاید [illegible] نقصان کرینگے۔ البتہ بجز [illegible] تنگی۔
اگر [illegible] ہوگی۔ سزا ایک تھوڑی سی تکلیف پہنچائیگی اور اسکا اثر [illegible]
[illegible] ہوگا۔ لیکن یہ [illegible] ضروری ہے کہ جب سزا دی جائے تو [illegible]
اور یقینی ہے کہ وہ والدہ جو [illegible] سے بہ استقلال طریقے کام میں لاتی ہے بہ نسبت
اس والدہ کے جو کمزور اور بودی طریق کام میں لاتی ہے جیسا کہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔
[illegible] اپنے بچوں کو بہت کم تکلیف پہنچائیگی اور کم رنج والم مجموعی طور پر
اپنی اولاد کو دیگی [illegible] اپنی اولاد کو خوف دلاتی رہیگی [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] ہوتی ہے۔ وہ والدہ جو [illegible]
[illegible] ہوتی ہے پھر اپنی اولاد کو [illegible] پھر سزا دینے کا [illegible]
بچے کو تھوڑی سی سزا دیتی ہے۔ وہ صرف اپنے واسطے تکلیف اور اپنے بچے کے
واسطے غم والم کا سامان جمع کرتی ہے۔ لیکن اگر اسکے برعکس یہ فوراً [illegible] سے نافرمانی

مقابلہ کرے۔ اور فی الفور مناسب اور ضروری سزا دے۔ تو یہ نہایت موثر طریق سے خود اپنی خوشی کو اور اپنی اولاد کی فلاح اور بہبودی کو ترقی دیگی ؂

اگر بچہ نحیف الجثہ اور ایک طرح کا دایم المرض ہے تو والدہ اسطور پر اکثر ایسے مہلک اسباب مہیا کر لیتی ہے۔ اور ایسے بچے عموماً خراب ہوجاتے ہیں کیسا تعجب ہے کہ جب خداوند تعالیٰ اپنے پُر اسرار قدرت سے اپنا ہاتھ کسی بچہ پر رکھتا ہے تو اسکو کمزور اور مصیبت ناک بنا دیتا ہے تاکہ والدہ اسی وجہ سے اپنے بچے کی بہبودی سے غافل رہکر اور اسکے جذبات کو بلا روک ٹوک بڑھنے دے اور اوسکو شوخ بیباک اور ضدی بنادے شاید والدہ اپنے زبردست قوی الجثہ بیٹے کا فرض ادا کرنے پر راضی ہوگی اور جہانتک اس سے ہوسکیگا اسکے جذبات کو قابو میں رکھیگی اور اسکو ایک نیک نہاد بیٹا بنا دیگی۔ مگر بیچارے چھوٹے مصیبتناک کمزور بیٹے کی تمام ضدیں یہ پوری کرے گی حتےٰ کہ اس کا چھوٹا سا انسان زبردست ہوجاتا ہے۔ جو مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اور اس طرح دل کے گہرے غم جسمانی کمزوری اور مصیبت پر یہ جذبات اور زیادہ ہوجاتے ہیں۔ آہ دنیا میں کسقدر بیرحمی ہے جو پیار یا محبت کے نام سے کیجاتی ہے! اسے بچے کی ماؤں! اگر تمھارا بچہ کمزور اور دایم المرض ہے؟ تو یاد رکھو کہ تم اس بچے کی بطور نگاہبان فرشتہ کے ہو۔ اگر علم اور استقلال سے تم اپنی حکومت کا اسے محکوم بنانے پر مجبور ہو۔ اگر اس بچے کو فرمانبرداری کا عادی اور مستعد بنانے کی ضرورت ہو تو اسے سزا دو۔ اگر تم یہ نہیں کرسکتیں تو تم اپنے بچے کی سب سے بڑھکر جانی دشمن ہو۔ تم وہ کام کر رہی ہو جو فی الحقیقت اسے دائمی کمزور بنا رہا ہے اور اسکی مصیبت کو بڑھا رہا ہے اور تاہم میں جانتا ہوں کہ پھر بھی بعض مائیں کہینگی ؂

کیا ایک بیمار ننھے چھوٹے سے بچے پر حکومت جتلائی جائے اور اسے سزا دیجائے جب وہ بیمار ہے؟ کیسی سنگدلی ہے؟ ہاہا

بس یہی تو ساری مشکل ہے۔ تم نامہربان بنو۔ مگر جہانتک حتی الوسع ہوسکے اپنے بچے کو صابر اور خوش بناؤ ؂

اب فرض کرو کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کا ہاتھ خود اُسکے ہاتھ سے زخمی ہوگیا۔ اب اسکی والدہ ایسی اسپر بیاہ ہی ہے کہ یہ کسی ڈاکٹر کو اس خوف سے نہ بلائی گی۔ کہ مبادا

زخم کی مرہم پٹی کرنے میں اسکی لڑکی کو ضرر پہنچے - دن بدن یہ پیاری والدہ زخم کو بڑھتے
اور ورم کرتے دیکھتی ہے - یہ اپنی نادانی سے زخم کی تکلیف کو کم کرنے کی
کوشش کرتی ہے - جس کو کئی دن بعد جب سخت تکلیف ہونے لگتی ہے - تو ڈاکٹر
بلایا جاتا ہے کہ اس عضو کو کاٹکر اسکی بیٹی کی جان بچائے - جب پہلے پہل یہ حادثہ ہوا
تھا - تو چند لمحے کی توجہ اور تھوڑی سی درد سے یہ تمام خوفناک نتائج رفع ہو سکتے تھے
مگر اوہ والدہ اس سے بھی بہت بڑھکر بیرحم ہے - جو دکھے ورم کو بلا روک بڑھنے
دیگی جو بجائے اسکے کہ ضدی رائے اور آتش غضب کو نیست و نابود کرنے کے واسطے
ایک لمحی کی تھوڑی سی تکلیف اپنی اولاد کو دے - اسکی اخلاقی - بدنظمی کو یہانتک
بڑھنے دیگی کہ وہ اسقدر زبردست ہوجائے کہ لاعلاج بنجائے - جو نتائج اسطرح
پیدا ہوتے ہیں وہ بہت ہی مصیبت ناک ہیں - یہ انسان کی غیر فانی فطرت پر اثر کرتے
ہیں اور ابد تک اسیطرح چلے جاتے ہیں - اور اس سے بڑھکر تباہ اور برباد کنندہ
کوئی بیرحمی نہیں ہے ٭

تاہم یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قسم سختی کی ہدایت کر رہے ہیں بلکہ سختی غیر ضروری
ہے اور ہمیشہ اس سے احتراز لازم ہے - آواز کا لب ولہجہ ہمیشہ شفیق اور تسلی
دہ ہونا چاہیے - والدہ کو اپنے بچے کی مشکلات اور مصایب مین اسکی دل و جان
سے ہمدردی کرنی چاہیے - اسکو چاہیے کہ انکے دل بہلانے کے واسطے نئے
نئے کھیل انکو بتلائے - مگر اسکو اپنے اس بیش بہا خزانے کو نافرمانی یا ضد کے
ہاتھوں خراب نہ ہونے دینا چاہیے ٭

ممکن نہین کہ تمہارا بچہ خوش ہو جبتک کہ اسکو اپنے جذبات کا مغلوب کرنا
اور تمہاری مرضی کی فرمانبرداری کرنا نہ سکھلایا جائے - اسطرح ہمیشہ تمہارے
خاندان میں شفقت - حلم - اور محبت اپنی خوشی و خرمی منتشر کرتی رہیگی لیکن
اگر تم اپنے بچوں کو خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہو اور نیز خود شادمان ہونا چاہتے ہو
تو تمکو چاہیے کہ خواہ تمہارا بچہ بیمار ہو یا تندرست - اس قدر استقلال رکھو کہ اسکے

چال چلن کو مناسب اور عمدہ بناؤ۔ اور اپنے احکام کی اس سے فرمانبرداری کراؤ۔

لہذا ہمیشہ اپنا فرض پورا کرنے میں مستقل رہو ہرگز اپنی اولاد پر اس وجہ سے حکم کرنے میں کوتاہی نہ کرو کہ یہ امر مادرانہ خیالات کو صدمہ دہ ہے

اس میں شک نہیں کہ نہایت دانائی سے خداوند تعالے کی یہ حکمت ہے کہ والدہ کے دلکو اپنے بچے کو تکلیف پہنچانے سے صدمہ ہو۔ جو کوئی بغیر ہمدردی۔ اور بغیر غم والم کے اپنے بچوں کو سزا دے سکتا ہے۔ وہ سزا کبھی نیک نتیجہ پر مبنی نہیں ہوتی۔ خدا بھی تو خواہ مخواہ اپنی مخلوق کو سزا دینا گوارا نہیں کرتا۔ مگر کیا وہ اسی سبب سے اپنی تربیت کو ہم سے باز رکھتا ہے۔ اور ہم کو گناہ کے سزا کے بغیر چھوڑ دیتا ہے؟ ہمکو چاہئے کہ نہایت صدق دل سے دعا مانگیں۔ خدا سے دانائی اور قوت کے خواستگار ہوں۔ اور مذہبی طور پر اپنا فرض ادا کریں۔ ہمکو چاہئے۔ کہ غم و غصہ کہائیں۔ خون جگر پیئیں۔ اور اس طرح اپنی اولاد کو ان جذبات کے حملوں سے بچا سکیں۔ جو اگر روکے نہ جائیں۔ تو انکی سودمندی اور امن و آسایش کو نیست و نابود کر دینگے ۔

تہوڑا عرصہ ہوا کہ ایک بچے کو ایک نہایت خوفناک مرض لاحق ہوا۔ یہ بچہ اپنے والدین کا نہایت چہیتا تہا اور عموماً فرمانبردار تہا۔ مگر اس بے چینی اور درد کی حالت میں اس نے اس دوا کے کہانے سے انکار کیا جسکا بلا توقف دینا ضروری تہا۔ والد نے جب دیکھا۔ کہ اسکا بیٹا اپنی ضد پر مستقل ہے۔ تو اسنے فوراً اس بیمار اور مصیبت زدہ بیٹے کو سزا دی ایسی حالت میں اور اس خوف پر کہ مبادا لڑکا مر جائے۔ والد کے واسطے یہ بہت سخت آزمایش تھی۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ سیکھ گیا کہ بیماری نافرمانی کے واسطے کوئی عذر نہیں۔ اور جب تک یہ بیمار رہا جو دوا نسخہ میں لکھی گئی اس نے نہایت مستعدی سے پی۔ اور نہایت فرمانبردار اور صابر رہا۔ چنانچہ بہت جلد لڑکے کو آرام ہو گیا۔ کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ بیرحمی تھی؟ یہ سب سے بڑہکر محبت کا شریفانہ کام تہا۔ جو ہو سکتا تھا۔ اگر والد اسوقت اپنے فرض کے ادا کرنے سے جہجک جاتا۔ تو اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ بچے کی زندگی سے ہاتھ دہو بیٹھتا۔ اور یہی طریقہ ہے کہ ہر حالت میں استقلال کی قوت کو کام میں لانے سے استقلال

کی قوت حاصل کیجائے۔ ہمکو ہمیشہ مستعدی سے اور بلا تامل اپنا فرض ادا کرنا چاہئے خواہ یہ کیسا ہی دردناک اور رنجدہ ہو ٭

۴۔ ایک شادمان اور نیک کنبہ کو تربیت کرنے میں ایک اور بڑی رکاوٹ والدین میں مساوات تعلیم کی عدم موجودگی ہے۔ بعض اوقات جب ایک والد اپنا فرض ادا کرنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ تو ماں ایسی کمزور طبیعت کی اور بیوقوف ہوتی ہے جو خیال کرتی ہے کہ بچے کو ہر طرح کی سزا دینا اور اسکی شادمانی سے محروم رکھنا بیرحمی ہے۔ اور جب بچے کو کبھی سزا ملتی ہے تو یہ اپنے پیار سے تربیت کو محو کر دیتی ہے۔ اور بچے کے دل پر یہ نقش کرتی ہے کہ اسکا باپ بیرحم اور غیر منصف ہے۔ وہ شخص جسکو ایسی زوجہ ملے۔ اس میں شک نہیں کہ نہایت قابل رحم حالت میں ہے۔ اور اگر اسکی عورت اس قابل نہیں کہ جسکو ایسی طریق تباہ کنندہ نتائج کا یقین دلایا جاسکے۔ تو اسکو چاہئے کہ تمام کنبہ کی تربیت خود اپنے ذمہ لے۔ مگر چونکہ میں اسوقت والد کو مخاطب نہیں کر رہا ہوں لہذا میں والدہ ہی سے سروکار رکھتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک منصف مزاج اور وفادار عورت کو شوہر ایسا ملتا ہے جسکے اصول اور اطوار اسکی خواہش کے مطابق نہیں ہوتی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ ایک نہایت آزمایشی حالت ہے۔ مگر یہ سراسر مایوسانہ نہیں تم کو نا امید ہوکر دل نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بلکہ جسقدر مصایب ہوں اسی قدر تمہاری خبرداری اور احتیاط زیادہ ہونی چاہئے۔ اور تمہاری کوششیں زیادہ زبردست اور مستحکم ہونی چاہئیں۔ اگر عورت منصف مزاج اور اپنی کوششوں میں مستقل ہے۔ تو والد اپنے خاندان کے انتظام و اہتمام پر اعتماد کریگا۔ اور نہایت خوشی سے اس امر پر راضی ہوجائیگا کہ عورت تمام بچوں کی خبرداری اور نگاہداشت اپنے ذمہ لے لے۔ ایسا والد عموماً بہت عرصہ کے واسطے گھر سے غیر حاضر رہتا ہے۔ اور جب گھر میں ہوتا ہے۔ تو اپنے کنبے کی صحبت کا لطف اٹھانے کیطرف مایل نہیں ہوتا۔ ایسی والدہ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو چپ چاپ اور خاموش بیٹھنا سکھلائے جب والد گھر میں ہو۔ اسکو چاہئے کہ انکو محنت مشقت کا عادی بنائے۔ اور جہانتک ہوسکے اسے حتے الوسع کوشش کرنی چاہئے

کہ بچوں کو انکے والد کا ادب اور فرمانبرداری کرنا اور اسکو محبت کرنا سکھلائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ طریقہ سب سے بڑھکر ناشاد والد کو راہ راست پر لانے کے واسطے عمدہ ہے۔ تم اسکے واسطے جسقدر گھر کو مسرت بناؤ گے۔ اُسی قدر زبردست اوسکو ترغیب ہوگی۔ کہ اُن باتوں سے باز آئے جنہیں اسے پڑنا نہیں چاہئے ٭

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حالت سے بڑھکر اور کوئی مشکل نہیں جسکو ہم بیان کر رہے ہیں۔ مگر یہ بھی اکثر ثابت ہوگیا ہے کہ یہ مشکلات ایسی ہیں کہ جو رفع نہ ہو سکیں۔ بہت سی صورتیں ایسی پیش آتی ہیں جنہیں والدہ نہایت فتحمندی سے سب مشکلات پر غالب آتی ہے۔ اور ایک کنبے کو پرورش کرکے نیک بخت اور نیکوکار بنا دیتی ہے اسکا شوہر ایک شرابی ہے اور مجھکو کچھ ضرورت نہیں کہ اُن مشکلات کو یہاں بیان کروں جنسے ایک والدہ کو گذرنا ہوتا ہے۔ بہرحال یہ دیکھتی ہی کہ خاندان کی بہبودی اسپر منحصر ہے۔ اور اسکے مطابق اپنی ذمہ واریوں کو پورا کرنے کے واسطے اپنے دل کو مضبوط کر لیتی ہے۔ یہ اسے اپنی اولاد کو بچپن ہی سے بلا تامل متابعت کرنا سکھلاتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کو اُن تعلقات سے اپنے ساتھ مسلسل کرتی ہے جنکو نہ تو یہ کبھی قطع کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں اور نہ فسخ کرنے کے خواہاں ہی بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اسکی کوششوں کا انعام یہ ملتا ہے۔ کہ اسکو سب سے بڑھکر کامیابی ہوتی ہے۔ جسقدر اسکے بچے بڑے ہوتے ہیں۔ اسیقدر یہ اسکا زیادہ ادب اور لحاظ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ دن بدن بآسانی دیکھتے ہیں کہ انکی والدہ کا احسان انکی گردن پر ہے جسنے انکو انکے والد کی بے حرمتی اور رنج و غم سے بچایا۔ ایسی والدہ کا ہر ایک غم اسکی اولاد کی ہمدردی اور محبت سے مبدل ہو جاتا ہے۔ یہ اپنے اردگرد انکو اس مادرانہ حمایت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جسکے بیان کی کسی زبان میں طاقت نہیں۔ اسکے بچے اسکی چال چلن کی عظمت اور قدر جانتے ہیں۔ گو اپنی تمام زندگی میں یہ منکر رہے اور گو اسکا دل علم کے خزانے سے مالامال نہ ہو۔ تاہم اسکے بچے اسکے اخلاقی مرتبہ اور منصفانہ حکومت کی تقدیس اور عزت کرتے ہیں ٭

اسی طرح کے ایک کنبے میں موسم سرما میں ایک رات سردی پڑ رہی

تھی۔ اور والدہ کوئی نو اور دس بجے کے درمیان تنہا آگ کے سامنے بیٹھی تھی۔ اور اپنے خاوند کی آمد کی منتظر تھی۔ اسکے بیٹے دن بھر کے تھکے ماندے سب پڑے سو رہے تھے۔ کوئی دس بجے سے کچھ پہلے اسکا شوہر ٹرومس کی چوپال سے واپس آیا جہاں یہ اپنی بدکار اور رذیل یار آشناؤں میں شام سے بیٹھا تھا۔ اسنے اپنی عورت سے اصرار کیا کہ ایسے بیوقت لڑکوں کو جگا کر ایک لکڑیونکا گٹھا لینے کو بھیجے۔ گو گھر میں ایندھن کافی تھا۔ مگر شوہر نے ایک بات نہ مانی اور برابر زمین پہ پیر مار کر کہے گیا کہ لڑکوں کو ابھی جانا چاہئے۔ والدہ نے یہ دیکھکر کہ خاوند کی خواہش کا مقابلہ کرنا فضول ہوگا۔ اپنے بیٹوں کو جگایا اور ان سے کہا کہ تمہارا والد اسوقت اصرار کرتا ہے کہ تم جا کر جنگل سے بیل پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لاؤ۔ اسنے ان سے نہایت محبت بھرے لہجہ سے کلام کیا۔ اور کہا کہ میں تمہارے اس وقت جانے پر رنجیدہ ہوں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا: "یاد رکھو یہ تمہارا باپ ہے" اس کے بیٹے پورے جوان تھے۔ مگر اپنی والدہ کی آواز پر یہ فوراً اٹھے۔ اور بغیر شکایت کا ایک لفظ زبان سے نکالے بیل لیکر جنگل کو چلدئے۔ انکو اپنی والدہ کی منصف مزاجی اور انتظام پر پورا پورا اعتماد تھا۔ جب یہ جنگل کو گئے۔ انکی والدہ نے انکے واسطے کھانا پکانا شروع کیا۔ شرابی باپ تو جاکر سو رہا۔ اور کوئی ۱۲ بجے رات کو بیٹوں نے اپنا کام ختم کر لیا اور جب گھر میں آئے تو والدہ نے بہت کچھ اظہار مسرت کیا۔ فوراً آگ جلائی — اور کمرہ ایک آن کی آن میں گرم ہوگیا۔ جیساکہ کام کرنے کے بعد حالت ہوتی ہے۔ اس کے بیٹوں کو بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ یہ نہایت خوشی سے اپنی پیاری والدہ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جو کھانا اسنے طیار کیا تھا وہ کھایا۔ اور پھر بہت جلد پیر پھیلا کر سب گہری نیند میں مست ہوگئے۔

بہت سی والدہ اس طرح اپنے کنبے کی محافظ ہیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کو محنت سکھلائی ہے اور بیٹوں کو نیکبختی۔ اور اپنی ضعیفی میں انکو اپنی شکرگزار اولاد کی محبت اور خدمت سے بہت انعام ملا ہے۔ انہوں نے آنسو بہاکر اور ناامیدی کے غم و الم برداشت کرکے بہت غمناک برسوں تک جدوجہد کی ہے یہاں تک کہ خدا تعالی نے تمام مصیبت

دور کی۔ اور انکے دل شادمانی سے پر ہوگئی جسوقت انہوں نے وفاداری کے بابرکت نتائج دیکھے۔ لہذا مایوس مت ہو۔ جو ایک دفعہ ہوا ہے۔ وہ دنیا میں پھر بھی ہو سکتا ہے

اس باب میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خود ضبطی اور استقلال دو بہت ضروری باتیں ہیں جو ایک خاندانی حکومت میں درکار ہیں۔ ان دو صفات کے ساتھ جنبیر نہ قابض ہونے کا کوئی شخص عہد نہیں کر سکتا۔ قریباً ہر ایک اور رکاوٹ دور ہو سکتی ہے۔ مگر بغیر انکے اغلب ہے کہ تمہاری تمام محنت و مشقت اور تمہاری کوشش سب اکارت جائیگی۔

تمہاری وفادارانہ کوششیں جنکے ساتھ خداوند تعالیٰ کا معمولی فضل شامل حال ہو تمہارے واسطے روزمرہ تمہاری اولاد کی بہبودی اور نیک بختی کے اظہار میں نئے نئے منبع خوشی و خرمی کے کھول دینگی۔ تمہاری منصفانہ حکومت کا بلا شک و شبہ وہ اولاد محبت اور عزت سے انجام دیگی۔ جسکو تم پرورش کرکے سودمند اور خوش و خرم بنا رہے ہو۔ اور جب تم پر ضعیفی کا سایہ آئیگا۔ تمہاری اولاد اپنے گھر میں تمہارا خیر مقدم کریگی۔ اور خوش ہوکر تمکو اپنے سر آنکھوں پر جگہ دیگی۔ اور جہانتک اس سے ہو سکے گا۔ یہ تمہاری خدمت کریگی۔ یہ ثابت کرنیکے واسطے کہ اس کو کسقدر تمہارے احسان کے شکریہ کا خیال ہے جسکا کبھی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی شادمانی سے تمام اسوقت کی غم و الم اور محنت مشقت کی یاد محو ہو جائیگی۔ اب تم کو چاہئے کہ ایسی امیدیں دل میں رکھکر خوشی خوشی فرض کی راہ کو طے کرو۔

باب پنجم

قصور اور غلطیاں

خاندانی حکومت میں بہت سے قصور ہیں جو نسلاً بعد نسلاً چلے آئے ہیں اور قریباً عالمگیر ہوگئے ہیں۔ یہ ایسے عام ہیں اور ہم اسقدر انکے عادی ہوگئے ہیں کہ انکی حکمداری غیر مناسبت ہماری نظر سے بچ جاتی ہے۔ اسلئے وجہ کے والدین میں پڑنے اور خیال

کرنے کی جو دلچسپی تعلیم کے مضمون کے بارے میں دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس سے بہت سے اشخاص نے اُن غلطیوں سے بچنا سیکھ لیا ہے جو اس طرح عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت سے والدین ہیں۔ جنہیں اتنی قابلیت نہیں کہ اس مضمون پر کتابیں حاصل کریں۔ اور جو کہ اپنی ذمہ داریوں پر بہت غور اور خوض سے خیال نہیں کرتے بعض غلطیاں ایسی ہیں کہ چونکہ معمولی سمجھ انکی تردید کرتی ہے۔ اسواسطے والدین کو انپر متنبہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے ملک کی کسقدر کثیر التعداد مائیں اپنی حیثیت کے باعث خیال کی اُن آگاہی کے ذرائع سے محروم ہیں جو خدا نے دوسروں کو تفویض کئے ہیں +

۱۔ بچوں کا ذکر انکی موجودگی میں نہ کرو۔ ہم بہت جلد یہ خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم ایکدوسرے سے کہتے ہیں بچے اسکو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ خود وہ ہمارے ساتھ گفتگو میں شامل ہونے کے قابل نہیں۔ مگر بچے کا فہم زبان کے سمجھنے میں بہ نسبت اسکے استعمال کے بہت بڑھکر ہے۔ اس بارے میں جو تجربوں سے مجھکو نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ مجھکو انپر بہت تعجب ہوا ہے۔ ایک چھوٹے سے بچے سے جو ہاتھ پیروں کے بل فرش پر چلتا تھا اور جو ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکال سکتا تھا۔ ایک دفعہ ایک کاغذ کا ٹکڑا اٹھا کر جو کمرے کے دوسری طرف پڑا تھا میز پر رکھنے کو کہا گیا۔ لڑکا فوراً یہ سمجھ گیا اور اسی طرح ہاتھ پیروں کے بل چلکر کمرے کے دوسری طرف پہنچا اور جو اسے کہا گیا تھا وہی کیا۔ جو شخص چاہے اس قسم کے دو تین تجربے کرسکتا ہے۔ اور پھر اسکو اطمینان ہوجائیگا کہ بچے کا دل کسقدر اسکے خیالات کے اظہار کرنے میں ترقی پر ہے۔ اور تاہم ابھی بچہ تین چار سال کا ہوتا ہے کہ والدین اسکے سامنے اپنے مکروفریب کا جسکے وہ مرتکب ہوئے ہیں تذکرہ کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اسکی نافرمانی کا بھی مسکرا کر ذکر کردیتے ہیں۔ ایکبار ایک والدہ کی اسکے ایک پڑوسی سے حسب ذیل گفتگو ہوئی اور اسکا ایک تین سال کا بچہ پاس ہی موجود تھا۔ عورت: "کہو عبدالرحمن کا کیا حال ہے ؟"

والدہ (مسکرا کر): "تندرست ہے۔ خدا کا فضل ہے۔ مگر پرلے درجہ کا پکا بدمعاش

ہے۔ اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا میں لاچار ہوں "

عورت: "کیوں کیا سبب؟ اسکی شکل سے تو ضد نہیں ظاہر ہوتی؟"

والدہ: "نہیں۔ اسکی طبیعت تو خراب نہیں۔ مگر۔ (مسکراکر) یہ شرارت میں ایسا مشتاق ہے کہ میں کسی طرح اسے ایسا نہیں بنا سکتی کہ میری بات کا خیال کیا کرے۔ یہ جانتا ہے کہ آتشدان کے آگے جو جنگلا لگا ہے اسے نہیں چھونا چاہئے۔ مگر ابھی تمہارے آنے سے پہلے اسنے ایک انگلی اپنی اسپر رکھدی۔ اور میری طرف آنکھ میں آنکھ ملاکر دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے ہاتھ ہٹا لینے کو کہا۔ مگر اسنے دوسری انگلی بھی رکھدی میں نے چاہا کہ ذرا طیش آمیز نگاہ سے اسے گھوروں۔ مگر بجائے اسکے کہ یہ باز آتا اس نے اپنے دونوں ہاتھ اسپر رکھدئے۔ اور پھر خوب دل بھر کر ہنستا ہوا بھاگ گیا میں خیال کرتی ہوں کہ اسنے یہ حرکت مجھکو دق کرنے کے واسطے کی بس سمجھ لو کہ ایسا بدمعاش ہے "

ہم نے یہ خلاف شان کہانی یہاں صرف اسواسطے درج کی ہے کہ جو والدہ اس باب کو پڑھے وہ اچھی طرح جان لے کہ جس امر سے ہم خبردار کر رہے ہیں اسکا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے۔ اب اس مادرانہ کوتہ اندیشی سے قطع نظر کرکے جسکے باعث ایسی نافرمانی کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ بچے کے دل پر اسطرح اسکی چال چلن کا ذکر اور اسکی اسطرح تعریف ہوتے سنکے کا اثر کیسا برباد اور تباہ کرنے والا ہوگا۔ اس ضدی بچہ کو اسکی والدہ اور اسکی پڑوسن دونوں سے بڑھکر اس ذکر میں دلچسپی حاصل ہوئی اور جو اثر اسکے دلپر پیدا ہوا وہ بڑا زبردست تہا۔ اور اسطور پر بچہ کو نافرمانی کا ایک ایسا سبق پڑھا گیا جو جلدی فراموش ہونے والا نہ تھا۔

بچے بہت سے مکر اور حیلہ سازیاں کرتے ہیں جنکو ہر طرح روکنا چاہئے۔ مگر جنکو دیکھ کر والدین بجز اسکے اور کچھ نہیں کرتے کہ مسکرا دیتے ہیں۔ یہ دماغی مرض اور فہم مادرانہ خیالات کے واسطے طمانیت بخش ہیں۔ ان سے ایک اعلے درجہ کے تربیت یافتہ دل کے پیدا ہونے کی امید ہو سکتی ہے اگر مناسب طور پر اسکی رہنمائی اور نگہداشت

کیجائے۔ اور پھر بچوں کے شفیقانہ اور کھلاڑی کام ہیں جو ہر طرح خوشگوار ہوتے ہیں۔ ان سے نیک خیال اور ساتھ ہی تیز فہمی ظاہر ہوتی ہے۔ والدین ایک دوسرے سے اُن بے شمار روزمرہ کے اس قسم کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو انکے واسطے طمانیت بخش ہیں۔ لیکن یہ باتیں بچے کے سامنے بیان کی جائیں۔ اور انکی تعریف کیجائے تو اسکے چھوٹے سے دل میں نمائش اور ظاہرداری معمور جاتی ہے۔ خواہ خوشامد کیسی ہی کم درجہ ہو۔ یہ بعض اشخاص تک کے دل میں اکثر نہایت خودفریبی کی نہایت ہی قابل نفرت تحریکیں پیدا کردیتی ہے۔ آہ کسقدر کم لوگ دنیا میں ہیں جو تعریف یقین سے ہضم کرسکتے ہیں۔ نمائش اور تکبر تو ایک عالمگیر مرض ہے۔ خواہ کوئی کیسا ہی کم درجہ یا اعلے مرتبہ ہو۔ اسکی طاقت سے نہیں بچ سکتا۔ تو کیا ایک بچہ بلا ضرر اس تعریف کو ہضم کرسکتا ہے۔ جسنے اسقدر آدمیوں کو تباہ کردیا ہے؟ اب یہاں ایک وجہ خودفریبی کی ہے جو بچپن میں ایسی ظاہر ہے۔ ہم اپنے بچوں کی خوشامد کرتے ہیں مگر اس سے خبردار نہیں ہوتے کہ یہ اسقدر حرص سے خوشامد کے جام نوش کرتے چلے جاتے ہیں ہمکو یقین نہیں ہوتا کہ ان میں اسقدر فہم کا مادہ ہے جسقدر کہ واقعی انمیں ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ تقریباً تمام بچوں کو انکے والدین غیر معمولی طور پر ذی فہم سمجھتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم روزمرہ اپنے اردگرد بچوں کے دلی حالات کا اظہار دیکھتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ہمکو دوسروں کے دماغی تکمیل کے دیکھنے کا کبھی موقعہ نہیں ملتا۔ مگر باوجود اس مادرانہ یکطرفی کی قوت کے ہم عموماً اپنے بچوں کو اس درجہ سے کمتر ذی فہم سمجھتے ہیں جسقدر کہ دراصل وہ ہیں۔ اور ایک والدہ اسی طرح لاپرواہی اور بےخبری سے اپنے تین چار سال کے عمر کے بچے کے سامنے گفتگو کرتی ہے جسقدر یہ اپنے تین چار ماہ کے شیرخوار بچے کے سامنے کرتی۔ جو والدہ ایک لمحہ تامل کرکے غور کریگی اسکو اس احتیاط کی ضرورت صاف صاف معلوم ہوجائیگی۔ کبھی بچے کے سامنے کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جس سے اس میں نمائش اور تکبر کا مادہ پیدا ہوجائے۔ اس بات سے خبردار رہو کہ بچہ کبھی خیال نہ کرنے پائے کہ میں قابل تعریف اور اچھے کام کرتا ہوں اور اور بچوں پر

ترجیح رکھتا ہوں۔

لیکن گو ایک والدہ اس بارے میں اپنی زبان بند رکھے مگر دوسروں کی زبان روکنا زیادہ مشکل ہے۔ بہت سے اشخاص کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں یہ جاتے ہیں۔ یہ بچوں کو خوشامد کرکے متکبر اور خودبین بناتے ہیں۔ یہ بالکل اس تباہ کن اثر سے بے خبر ہوتے ہیں جو ان بچوں کے دل پر پڑتا ہے اور صرف انکی غرض والدین کو خوش کرنا ہوتی ہے۔ جو بچے خوبصورت ہیں وہ خاص طور پر اسطرح معرض خطر میں پڑتے ہیں یہ کیسی ایک عام بات ہے کہ جس بچے کا چہرہ خوبصورت ہوتا ہے اسکی طبیعت بہت خراب ہوتی ہے۔ یہ امر ایسا معمولی ہے کہ بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ "خوبصورت حرام" ایسے الفاظ ہیں جیسے گویا ہو ہی نہیں سکتی۔ میں ایک دفعہ ایک چھوٹے سے بچے کو جانتا تھا جسکا چہرہ غیر معمولی خوبصورت اور پیارا تھا جو کوئی گھر میں آتا اور بچے کو دیکھتا اسکی خوبصورتی کا ذکر کرتا۔ ایک دن ایک شخص کسی کام کو آیا۔ اور چونکہ بات چیت میں مصروف تھا اسنے بچے کیطرف وہ توجہ نہ کی جو ہر ایک شخص اسکی طرف کیا کرتا تھا اور جسکا کہ یہ عادی تھا۔ اور جسکی کہ اوس کو بطور اپنے حق کے امید تھی۔ خودبین متکبر ظاہر دار چھوٹے بچے نے بہت ہی کوششیں کیں کہ اس شخص کے سامنے ہو بیٹھا اور پوچھنے لگا۔ "آپ کیوں نہیں دیکھتے کہ میں کیسا خوبصورت ہوں؟" یہ سچ ہے کہ یہ خیال اکثر ایسے علانیہ طور پر ظاہر نہیں کیا جاتا مگر اس سے زیادہ خودفروشی اور کیا ہوگی کہ اسی طور سے ظاہر کیا جائے۔

واقعی یہ فرض ہے کہ جب بچہ درست کام کرے اسکی تعریف کیجائے اور جب غلطی کرے اسکو ملامت کی جائے۔ مگر نہایت احتیاط اس بارے میں کرنی چاہئے کہ بچہ کوئی ایسی بات نہ سمجھے جو اسکے چال چلن کے اس نہایت ہی پیاری نشانی کو زائل کردے جسکا نام منکسر مزاجی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک بچے کے واسطے اکثر یہ بدنصیبی ہوتی ہے کہ یہ غیر معمولی ذہین یا فہیم ہو۔ چنانچہ اسکو تعریف خوشامد کے حملوں سے بچانا اسقدر مشکل ہے کہ جو چیز اسکے واسطے بہت مفید ہوتی وہ

سخت مضر ہنچانی ہے ۔

۲- اپنے بچوں کی قابلیتوں کا بطور نمائش کے اظہار نہ کرو۔ اور یہاں ہم پھر خود بینی اور تکبر کے پیدا ہونے کے خوف کو بیان کرتے ہیں۔ اس سے بڑھکر کوئی چیز یہ عام نہیں ہے۔ اور نہ کوئی ایسا ہے جسکے متعلق ہم یہ کہیں کہ اس سے بڑھکر مشکل پیش آتے۔ ایک مشہور پادری ایک دفعہ ممبر پر سے وعظ ختم کر کے جانے لگا تھا کہ سامعین میں سے ایک نے اٹھکر اسکو مخاطب کیا۔ اور جو اسنے وعظ کیا تھا اسکی بہت تعریف کی۔ پادری نے کہا:" مہربان۔ ہوشیار رہو۔ میرے سینے میں ایک دیا سلائی کی ڈبیا رکھی ہوئی ہے"۔ جیسا ایک ایسے شخص متقی، پرہیزگار اور دیندار آدمی کا سینہ ایسی آسانی سے مشتعل ہونے کے قابل تھا۔ تو کیا اس سے بڑھکر خوفناک نہیں ہے کہ ہم اپنے ملاقاتیوں کے سامنے اپنی اولاد کی تعریف کریں جو بلا شک وشبہ اسکے کام کی تعریف خوشامدانہ کرینگے؟ بالفرض تم نے اپنی بیٹی کو کوئی دلچسپ حمدیہ گیت سکھلایا ہے۔ یہ باحیا اور بلا نمود نمائش ہے اور وہ اس گیت کو نہایت مناسبت سے بزبان پڑھتی ہے۔ کوئی تمہارا ملاقاتی آیا اور تم نے اپنی بیٹی سے گیت پڑھنے کو کہا۔ اور اسنے پڑھا۔ ابتک تو شاید خیریت گزری اور کچھ ضرر نہیں پہنچا۔ مگر جونہی یہ گیت ختم کر چکی۔ تمہارے دوست نے اسکی خوشامد شروع کی۔ اسکے بعد تمہارا ایک اور دوست آیا اور پھر اسکے بعد ایک اور پھر خوشامد کی گئی۔ یہاں تک کہ تمہاری بیٹی میں تکبر پیدا ہو گیا۔ اب بالکل اس میں شک نہیں کہ یہ ایک تماشہ کرنے والی بن گئیں۔ اور وہ حمدیہ گیت جو اسکے ناچیز دل کو خدا کی طرف لگانے کے واسطے سکھلایا گیا۔ اسکے دل میں تکبر بھر دیتا ہے۔ کیا یہ معیوب نہیں؟ کسطرح ایک بچہ ایسی زبردست ترتیب و تحریص کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ والدین اپنی اولاد کو جتلا سکتے ہیں کہ یہ انکی ذہنی ترقی اور قابلیت دیکھکر بہت مطمئن ہیں اور اس سے کافی مدعا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو انکو کام کرنے کی تحریک دے۔ مگر جب علانیہ طور پر آپ سے جانے جانے وقتاً فوقتاً بیجا خوشامد انکی کرتے ہیں۔ تو ایک لحظہ بھی یہ نہ سوچنا چاہئے کہ انکو

اپنی نسبت منصفانہ خیال رہیگا۔ بہرحال یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ بعض بچوں کیواسطے
ایسی حالت میں اوروں سے بڑھکر خطرہ ہے۔ بعض کو تو بہت کچھہ ترغیب و تحریص
کی ضرورت ہے۔ اور بعض کو متواتر تنبیہہ اور مزاحمت کی۔ کس شخص نے اُن ہزاروں
تدبیروں کو نہیں دیکھا ہے جو ایک خودبین بچہ صرف اسواسطے کام میں لاتا ہے کہ لوگ
اسکی طرف متوجہ ہوں۔ کسنے ایسے خراب بچوں کو نہیں دیکھا ہے جو ایک کتاب لیکر
پڑھنے لگتے ہیں اور بار بار جلدی جلدی کتاب کے صفحے سے نگاہ اٹھاکر اُس شخص کیطرف
دیکھتے ہیں کہ آیا اسنے اُنکا غور و خوض سے مطالعہ کرنا دیکھا ہے یا نہیں؟ کیا ایسے بچے کی
اجنبی شخص کے سامنے تعریف کرنے میں سلامتی اور بہتری ہے؟ شاید بعض اوقات
ایک باپ یا بچے کے واسطے ایک منصف مزاج دوست کے سامنے کوئی سبق پڑھنا
یا اور ایسا کام کرنا مفید ہو۔ اگر یہ دوست مناسب دلچسپی سے جو اسے واجب ہے
بچے سبق سنیگا تو گویا اسکو مادرانہ محبت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اور پھر اسکو خاندان
میں ایک اجنبی نہیں سمجھنا چاہئے۔ بچے اسکے سامنے اعتماد اور پیار سے آسکتے ہیں
اور اگر یہ منصف مزاج اور دوراندیش ہے۔ تو یہ خوشامد سے خبردار رہیگا اور ایسے
موقعہ کو ترقی دینے کی کوشش کریگا۔ لیکن بچوں کی نمود کی عادت اور انکی قابلیت ظاہر
کرنے میں سراسر عیب اور بدی ہے۔ اور ہمکو خوف ہے کہ یہ امر صرف عام ہی
نہیں بلکہ ترقی پذیر ہے۔ ذیل کی رائے اس بارے میں ایک ایسے شخص کی
قلم سے نکلی ہوئی ہے۔ جسمیں وسیع تجربہ کے ساتھہ غور و خوض سے مشاہدہ
کرنے کی قابلیت اور عادت بھی ہے۔ "مجھکو اُن چھوٹے چھوٹے چھہ یا آٹھہ سال کے
بچوں پر بہت رنج ہوتا ہے۔ جو لوگوں کے سامنے کوئی گیت یا غزل برزبان سنانے
کے واسطے بٹھلا دئے جاتے ہیں۔ بعض اوقات میں دنگ رہ جاتا ہوں۔ جب
کوئی ماں اکثر اوقات باپ بھی اجنبی میں سوائے عزت کے اور کچھہ نہیں کرسکتا۔
کیونکہ یہ اپنے بچوں پر بہت بھاری ہوتی ہے۔ زبردستی نہایت فخر سے اپنے لڑکے
کو اپنے آپس کی آدمی کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے اور یہ ہاتھ پھیلا کر اپنے کمزور آواز

سے کوئی حمد یہ گیت سنا تا ہے۔ میری دانست میں ناظرین کے واسطے کوئی چیز
اس قسم کی نمایش سے بڑھکر مصیبت ناک نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر کوئی نہیں
سمجھتا کہ کیا کہے یا کسطرف دیکھے۔ میں قسمیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی میں مجھکو
یقین ہے کہ میرے واسطے یہ سب سے بڑھکر ناگوار اور ناپسندیدہ موقعہ تھے۔ جنہیں
اُن والدین نے جنکی میں عزت اور ادب کرتا تھا۔ مجھکو ایسی نمایشوں کے برداشت
کرنے پر مجبور کیا تھا۔ کیونکہ یہ تمہاری مرضی ہے کہ خواہ ریاکاری کرو یا کسیکو ناراض کرو۔
ایسی صورتوں میں جو تعریفیں ایک بچے کی ہوتی ہیں۔ ان سے یہ اپنے خیال میں پھولا
نہیں سماتا۔ یہ تکبّر اور گستاخی میں سرشار ہوکر دنیا میں جاتا ہے جس سے یہ کسی نہ کسی
طرح محروم ہوگا اور اسے ہونا چاہئے۔ اب والدین کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس طرح
اپنے خیالات کی حرص پوری کریں۔ اور اپنے اولاد کی شادمانی اور خوشی و خرمی معرض
خطر میں ڈالیں" مذکورہ طور کے نظارے ناظرین کی یاد میں فوراً ابھر جائینگے۔ اور یہ
امر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اغلب ہے کہ بہت سے اور ملاقاتیوں کے عموماً ایسے ہی
خیال ہونگے۔ اس دستور کی تردید کے واسطے کافی ہے*

دو حالتیں ہیں کہ جنسے احتراز لازم ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بچوں کو بالکل سوسایٹی
سے علیحدہ رکھا جائے۔ اور دوسری یہ ہے کہ انکو لگاتار باتیں کرنے اور ہر وقت
اپنے یار احباب کے سامنے رکھنے سے اکتایا جائے۔ اگر ہم اپنے بچوں کو ایک ایسی
وقت سمجھیں جسکا خانگی خوشی و خرمی سے دور رکھنا ضروری ہو۔ یا اگر ہم انکے واسطے
شام کو چند دوستوں کا آجانا ایک ایسی نشانی بنادیں جسکو دیکھکر یہ فوراً دوسرے
کمرے میں چلے جایا کریں۔ تو ہم کسطرح امید کرسکتے ہیں کہ یہ ترقی کرینگے یا زندگی کے نشیب
و فراز سے ناواقف ہونگے؟ انکو چاہئے کہ یہ باتیں چیتیں سیکھیں۔ اور اپنے بزرگوں کے
اوضاع و اطوار کو مشاہدہ کریں۔ تاکہ انکے دل اور اطوار ترقی کریں۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا
ہے کہ ایک صاحب نے مجھے ایک غیر معمولی خاندان کا دلچسپ ذکر سنایا جہانکہ وہ
گئے تھے۔ گھر والوں کا یہ معلوم تھا کہ یہ شام یہیں گزارینگے۔ جونہی انہوں نے کمرے

میں قدم رکھا انہوں نے دیکھا کہ تین بچے چپ چاپ آگ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ والدہ میز کے پاس بیٹھی اپنا سوئی کا کام کر رہی تھی۔ اور والد نے اٹھکر ان کا استقبال کیا۔ بچے کچھ کم و بیش ایک گھنٹہ تک نہایت دلچسپی سے اپنے مہمان اور اپنے والدین کی گفتگو سنتے رہے۔ انہوں نے خفیف سی مداخلت بھی نہ کی۔ مگر اپنی موجودگی اور مسرت بھری نگاہ سے اس شام کو اور بھی خوشگوار بنا دیا۔ کوئی آٹھ بجے والدہ نے کہا۔ "برخوردار اب آٹھ بجے ہیں۔" اتنا سنتے ہی بغیر ایک لفظ بھی زبان سے نکالے یہ سب اوٹھکر کمرے سے باہر چلے گئے۔ والدہ بھی انکے پیچھے گئی۔ اور چند لمحہ بعد واپس آگئی۔ اب ایسے کنبہ میں کسقدر خوشی و خرمی ہے ؟ اور بچوں کو اپنے بزرگوں کی صحبت سے کسقدر ترقی حاصل ہوتی ہے ! اسطرح انکو انکساری اور عاجزی کی تعلیم ملتی ہے کیونکہ انکو معلوم ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کسقدر کم انکو علم ہے انکو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسروں کی گفتگو سنکر انکے دل کو تقویت ملتی ہے انکے اطوار میں ترقی ہوتی ہے کیونکہ بچے زبانی مسایل سے بڑھکر تمثیل سے زیادہ سیکھتے ہیں۔ اگر تم ان تمام باتوں کا حظ اٹھاؤ گے اور یہ فوائد اپنے بچوں کو بھی تعلیم کرو گے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ نیک تربیتی کے یہ عادی ہو جائینگے۔ اس سے بڑھکر کوئی امر زیادہ بایوسانہ نہیں ہو سکتا کہ تم اپنے بچوں سے کسی کے سامنے نیک چلن رہنے کی امید کرو جبکہ اور اوقات میں یہ ناقابل تنبیہ ہیں ؞

بعض والدین یہ امر ضروری سمجھکر کہ انکے بچے نیک سوسایٹی سے فیضیاب ہوں اور ساتھ ہی اسکے انہیں تنبیہ بھی نہ کیجائے۔ اپنے آپ کو اور نیز اپنے ملاقاتیوں کو تمام لطف و حظ سے اور اپنے بچوں کو فائدے سے محروم رکھیں گے۔ ہم اپنے خیال میں ایسے کان پھوڑنے والے شور و غل کے نظارے کا سماں باندھنے کی بھی جرات نہیں کر سکتے۔ کچھ بچے تو نووارد کی کرسی کے ادہر اُدہر پھر رہے ہیں۔ کچھ چلا رہے ہیں۔ کچھ شور مچا رہے ہیں۔ والدہ ایک بچے کا تو دامن پکڑ کر کھینچ رہی ہے۔ اور دوسرے کو مار رہی ہے۔ نووارد بیچارہ شور و غل سے دق ہوکر بے فائدہ گفتگو کرنے کی کوشش

کرتا ہے۔ اور اسطرح پر والدین کا وقت۔ توجہ۔ اور صبر سب انکے بے عمل اور بدنظم کنبہ میں رائیگاں جاتا ہے۔ خواہ بیچارہ کوئی آدہ گھنٹے تک یہ شور و غل برداشت کرکے یہاں سے خلاصی پانے میں بڑا خوش ہوتا ہے۔ اب ایسی صورت میں خوشی کہاں اور فائدہ کیسا؟

بچے میں استفساری طبیعت کی حوصلہ افزائی میں بہی بہت فوائد ہیں۔ وہ ایک ایسی دنیا میں آیا ہے جسمیں ہر ایک چیز بالکل نئی اور تعجب خیز ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ ہر لحظہ اُن اشیاء کو دیکھتا ہے جنکی آگاہی حاصل کرنے کا وہ خواہشمند ہے مگر جونہی کسی بچے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے والدین اُسے سوال پوچھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تو وہ اسے بہت اچھی بات سمجھنے لگتا ہے۔ اب وہ لگاتار ہر وقت سوال کرتا رہیگا کبھی معقول اور مدلل تعجب خیز چیز کے بارے میں سچ سوال پوچھنے کی اسکی غرض ہوگی وہ تو اب ختم ہو جائیگی۔ مگر اب آگے جو کچھ وہ سوال پوچھیگا وہ صرف یا تو اس غرض سے کہ اپنی چالاکی ظاہر کرے یا بکواس کئے جائے۔ اس بارے میں بچے کو روکنا بہت ضروری ہے۔ اسکے اغراض صاف صاف ظاہر ہو جاتے ہیں اور اگر اسکی غرض سوال پوچھنے کی نامناسب ہو۔ تو چاہئے کہ اسپر ناراضگی کا اظہار کرو۔ نہ کہ رضامندی کا۔

ایک بچہ تین سال کا دسترخوان پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ اپنی زبان سے پوچھتا ہے:- "اماجان۔ قہوہ کی کیتلی کسواسطے ہے؟"

ماں:- "قہوہ ڈالنے کے واسطے"

بیٹا:- "اور کیوں اس کیتلی میں تم کافی ڈالتے ہو"

ماں:- "کیونکہ اس سے کافی باہر نکالنے میں آسانی ہوتی ہے"

"اور یہ" لڑکا اتنا کہتا ہے اور پہر تامل کرتا ہے۔ اور پہر ادہر اُدہر دسترخوان پر نظر ڈالتا ہے کہ کوئی نئی چیز سوال پوچھنے کے واسطے اسے ملے:- "اور یہ پیالے کسواسطے ہیں؟"

ماں: "کوئی چیز ان میں ڈالکر پینے کے واسطے"

بیٹا: "اور کیوں تم ان میں کوئی چیز ڈالکر پیتی ہو؟"

غرض اسطرح کھانا کھانے میں بچہ لگاتار سوال پوچھتا ہے۔ ماں بھی برابر سب کا جواب دیتی ہے۔ کیونکہ اسنے یہ اصول اختیار کیا ہے کہ بچہ کو ہمیشہ سوال پوچھنے کی ترغیب دینی چاہئیے اور ناشاد ہونے اور بے خیالی سے اس اصول پر عمل کر کے یہ اپنے دل میں خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور بچے کو ایک [illegible] درجہ کی [illegible] ہوتی ہے۔ اس بارے میں عام فہم اصول جو ہماری رہنمائی کا ہے وہ ظاہر ہے۔ اگر غرض نیک ہے اور [illegible] ہے تو بچہ کو اسکی سوال پوچھنے میں ترغیب دو۔ لیکن اگر معاملہ [illegible] ہے تو اسے روک دو۔ مثلاً جب بچہ اپنے والدین کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہے۔ والدہ قہوہ کی کیتلی پر سے سرپوش اٹھاتی ہے۔ اور بچہ دیکھتا ہے کہ قہوہ اندر خوب زور سے ابل رہا ہے۔

بچہ: "اماجان۔ کیوں قہوہ اسطرح ابلتا ہے؟"

اب غرض نیک ہے اور موقعہ مناسب ہے۔ اور [illegible] کو وہ کیمیاوی عمل سمجھاتے ہیں جسکو ہم اصطلاح میں تبخیر کہتے ہیں۔ والدین کو ہر طرح بچے کے تشفی سے پر اطمینان ہوتا ہے۔ اور جو توضیح اسکے سامنے کیجاتی ہے اس سے اسکو بیش بہا علم حاصل ہوتا ہے۔ مگر فرض کرو کہ ایک زائر بھی اسوقت موجود ہے جس سے والد بات چیت کر رہا ہے۔ اور اب بچہ نے وہی سوال پوچھا لیکن یہ سوال بے موقع ہے۔ اسکو چاہئیے کہ جب کوئی غیر شخص بیٹھا ہو تو خاموش رہے۔ لہذا والدہ جواب دیتی ہے "برخوردار تم کو اپنے والد کی گفتگو میں دخل درمعقولات دینا نہیں چاہئیے تمکو چپ چاپ رہنا چاہئیے۔ اور جو بات ہو رہی ہے اسے سننا چاہئیے"

مگر والدہ سوال کو نہیں بھولتی۔ بلکہ اسکے جواب کے واسطے کسی اور موقع کی منتظر رہتی ہے۔ اور جب موقع آتا ہے۔ اسے جواب دیتی ہے۔ اور ساتھ ہی تاکید کرتی ہے کہ دوسروں کی بات میں دخل درمعقولات دینا یا کسی کی توجہ میں مخل ہونا جبکہ کوئی غیر شخص بیٹھا ہو بے شعوری اور خلاف تہذیب بات ہے۔ لہذا اچھی لڑکی کی طرح اپنے دوستوں

کی گفتگو میں مخل ہونے سے بہت نقصان ہوتا ہے ۔ اور اچھی خاصی ترقی مسدود ہو جاتی ہے ۔

بعض والدین اس وقت سے بچنے کے واسطے جب کوئی ملاقاتی آتا ہے فی الفور اپنے بچوں کو کمرے سے باہر بھیج دیتے ہیں مگر اس طور پر عمل کرنا بچوں کے ساتھ ناانصافی سے پیش آنا ہے ۔ اور والدین کو اسکے غمناک اور دردانگیز نتائج اپنے اولاد کے ناتربیت شدہ اطوار اور اوضاع میں بھگتنا پڑینگے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم کو بہت سے شریف خاندانوں میں بے ہنگم اور بدتہذیب اولاد ملتی ہے اگر بچے خوشگوار جلسوں اور ایسی محفلوں سے خارج کردیئے جائیں جہاں عقلمند جمع ہوں ۔ تو بالضرور بڑے ہو کر جاہل اور پورے پورے گنوار نکلیں گے ۔ لہذا جو طریق اختیار کرنا چاہیئے ۔ وہ صاف اور سیدھا ہے ۔ جب تمہارے دوست احباب تمہاری ملاقات کو آئیں تو انکو اکثر موجود رہنا چاہیئے ۔ مگر انکو نیک چلنی اور سلیقہ سے پیش آنا سکھلانا چاہیئے ۔ اور انکو خاموش اور چپ چاپ بیٹھے رہنے کا عادی بنانا چاہیئے جب تک ان سے بات نہ کیجائے انکو ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا چاہیئے ۔ اور سب سے بڑھکر یہ کرنا چاہیئے کہ انکو اپنے ملاقاتی کے آگے پیش کرو ۔ تاکہ انکی قابلیتیں جتلاؤ ۔ اور جسقدر تمہارے دوست چاہیں تم انکی زبان سے خوشامد اور چاپلوسی سنو ۔

۳ ۔ بچوں کو کبھی دھمکاسنت دو ۔ بہت سے اشخاص کو ان برے نتائج کی خبر نہیں جو اس عام رسم سے پیدا ہوتے ہیں ۔ ایک ڈاکٹر کو ایک دفعہ والدین نے بچے کا ایک دانت نکالنے کے واسطے بلایا ۔ بچہ خوفناک اوزار دیکھکر اور درد اور تکلیف کو پہلے ہی سے سمجھکر بہت ہی خوف زدہ ہوا ۔ اور اپنا منہ کھولنے سے انکار کیا ۔ آخرکار بہت کچھ فضول اور رائیگان اصرار کے بعد ڈاکٹر نے کہا " شاید دانت نکالنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے ۔ مجھکو ذرا رومال سے اسے مل دینا پڑیگا ۔ اور بس اسی کی ضرورت ہے ۔ تم کو اس سے کچھ بھی تو تکلیف نہ ہوگی " لڑکے نے ڈاکٹر کے کہنے پر اعتبار کیا ۔ اور اپنا منہ کھولدیا ۔ ڈاکٹر نے رومال میں اپنا اوزار چھپا کر دانت کو

پکڑا اور باہر کھینچ لیا۔ والدین تو ڈاکٹر صاحب کی اس تدبیر پر عش عش کرنے لگے مگر اس شخص نے لڑکے سے مکر کیا تھا۔ لڑکا اسکو گالیاں دیتا تھا۔ اور اس طور پر اس شخص نے اس لڑکے کو وہ اخلاقی ضرر پہنچایا جو جلد زائل ہونے والا نہ تھا۔

جیسا کہ ہم اپنی اولاد کو بنانا چاہتے ہیں۔ ویسا ہی ہمکو بھی بننا چاہئے۔ انکے چال چلن ہماری ہی پیروی سے وضع ہونگے۔

ایک دفعہ ایک والدہ اپنے چھوٹے بچے سے دوا پلانے پر اصرار کر رہی تھی۔ دوا بڑی بدمزہ تھی۔ اور والدہ بچہ کو دوا پینے کی ترغیب دینے کے لحاظ سے اسے کہہ رہی تھی کہ یہ بدمزہ نہیں ہے۔ بچہ اسکی بات کا یقین نہ کرتا تھا۔ یہ اپنی غمناک تجربہ سے جانتا تھا کہ اس کی بات قابل اعتبار نہ تھی۔ ایک پہلے ہالس اور ایک دوست نے جو اسوقت موجود تھے چمچہ لیا اور کہا: "عبد الرحمن یہ دوا ہے۔ اور بڑی بدمزہ ہے۔ میں اسے کبھی نہ پیوں لیکن اگر ضرورت پڑے تو پی لوں۔ تم میں اسقدر دلیری ہے کہ اس چیز کو نگل جاؤ جو بدمزہ ہو۔ کیوں تم میں دلیری ہے نا؟"

عبد الرحمن (کسی قدر بکم ہمتی سے): "بیشک۔ مگر یہ تو بڑی خراب ہے۔"

دوست: "میں جانتا ہوں۔ اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ اس سے بدتر چیز کبھی تم نے آج تک نہیں چکھی۔" اسکے بعد اس شخص نے خود دوا چکھی اور کہا: "یہ بڑی ناگوار ہے۔ مگر اب دیکھیں یہ خواہ کیسی ہی بدمزہ ہو تم میں اسکے پینے کے واسطے استقلال ہے۔" لڑکے نے کچھ تامل کیا اور چمچہ لے لیا۔

دوست: "یہ بڑی خراب ہے مگر سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے درجہ کے جہانتک ہوسکے مستقل بنجاؤ۔ اور مردوں کی طرح بس حلق سے پار اتار لو۔"

اس میں شک نہیں کہ درحقیقت عبد الرحمن نے بلحاظ اپنی عمر کے بہت دلیری کی اور دوا پی گیا۔ اور اب یہ لڑکا سب سے بڑھکر کس کی عزت کریگا۔ تمہارا کیا خیال ہے والدہ کی یا دیانتدار اجنبی کی؟ اور اسکے بعد کس کی بات کا یہ نہایت مستعدی سے یقین کریگا؟ مگر یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اگر بچہ کی مناسب طور پر تربیت کیجاتی۔ تو جب کچھ اسکی والدہ اسے دیتی یہ بلا ایک لفظ

بھی زبان سے نکلے فوراً اسے پی لیتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قیاس یہ بھی چاہتا ہے کہ خواہ یہ دوست کتنی ہی نالائق حرکتیں کرتا مگر لڑکا پھر بھی دوا پینے سے انکار ہی کرتے جاتا۔ تو اس حالت میں کیا کرنا چاہیے تھا؟ زبردستی کرنا چاہیے تھی نہ کہ دھوکا دینا چاہیے تھا۔ ہم بغیر اپنے بچوں کو نہایت سخت ضرر پہنچائے اور اپنا تمام رعب داب ضائع کیے اپنے بچوں کو کبھی دھوکا نہیں دے سکتے۔ خانداتی حکومت اور زندگی کے وسیع میدان دونوں میں راستبازی اور صاف بیانی سب سے بڑھکر باسلامت تدبیر ہے۔ انسان کی پرفن چالاکیاں اور عیاریاں یقیناً انجام میں اس کی تباہی اور بربادی کا باعث ہونگی۔ راستباز اور دیانتدار رہو اور اسی میں خیریت اور سلامتی ہے۔ سب سے بڑھکر مفید نتائج حاصل کرنے کا یقینی طریقہ نیک اور شریفانہ وسایل ہیں۔

تم ہمیشہ قصور ہی نہ نکالتے رہو۔ بلحاظ موقعہ کے ملامت کرنا اور سزا دینا دونوں علیحدہ علیحدہ مناسب ہیں مگر جب کبھی بچے کوئی اچھا کام کریں تو انکو ترغیب دینے سے بہت کچھ ہوجاتا ہے۔ اپنی اولاد کی نیک چلن پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے میں بہ نسبت انکی بدچلنی پر اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کے زیادہ احتیاط رکھو۔ اس سے بڑھکر بچے کے واسطے کوئی اور بے دلی کا باعث نہیں ہو سکتا کہ والدہ ہمیشہ اسکا کوئی نہ کوئی قصور نکالتی رہی اور یہ مشکل ہی اس سے بڑھکر کوئی اور چیز والدہ اور اولاد دونوں کی طبیعت پر مضر اثر ڈال سکتی ہے۔ دو بڑے بھاری اعراض ہیں جنکا اثر انسانی افعال پر پڑتا ہے اور یہ دونوں ہم درجا ہیں۔ یہ دونوں اپنے اپنے موقعوں پر ضروری ہیں۔ لیکن وہ [illegible] ہے جو اس بات کا نتیجہ نہ دیگا کہ اپنے بچے کو نیک چلنی میں اپنی خوشنودی سے ترغیب دے بجائے اسکے کہ اسے خوف دلاکر اسے ناراض کردے۔ جب کبھی ایک بچہ کوئی اچھا کام کرتا ہے اور والدہ اپنا اطمینان اسپر کبھی ظاہر نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ جب کبھی کوئی غلطی اسکی دیکھتی ہے تو اسپر اسے ملامت کرتی رہتی ہے تو اس سے بچہ کم ہمت ہوجاتا ہے اور ناشاد ہوجاتا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ والدہ کو خوش کرنے میں کچھ فایدہ نہیں ہے۔ اس طرح کی لگاتار شکایت اور ناراضگی سے بچہ سخت مزاج اور ضدی ہوجاتا

ہے۔ اور آخرکار یہ دیکھ کر کہ خواہ یہ اچھا کام کرے یا بُرا ہمیشہ اسکا قصور نکالا جاتا ہے۔ یہ اپنی والدہ کو خوش کرنے کی تمام کوششوں سے دست کش ہوجاتا ہے۔ اور ملامت اور جھڑکیوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔

مگر والدہ سے جب کبھی ہوسکے اپنے بچے کی چال چلن پر رضامندی اور خوشنودی ظاہر کرنی چاہئے۔ اسکو یہ ظاہر کرنا چاہئے کہ یہ اپنے بچے کی نیک چلنی پر حد درجہ کی خوش وخرم ہے اسکو چاہئے کہ اپنی خندہ پیشانی اور پیار سے اسے اسکا انعام دے۔ اور اسطور پر یہ بچے کے دل پر ہماری فطرت کی بعض سب سے بڑہکر شریفانہ اور پسندیدہ خیالات نقش کردیگی۔ یہ اسکے مزاج کو شفیقانہ بنادیگی۔ اور اسکی طبیعت کو خوشگوار اور نیک کردیگی۔ فرض کرو کہ تمام دن تمہارا بچہ بڑا شادمان اور مطیع رہا ہے۔ اب یہ رات کو سونے لگا ہے کہ تم نے اسکا ہاتھ پکڑا اور کہا: "بیٹا۔ تم آج بڑے اشراف اور نیک چلن رہے ہو۔ میں تمکو ایسا شفیق اور فرمابردار دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ خدا کہتا ہے کہ چھوٹے بچے اپنے والدین کی اطاعت کریں اور میں انکو خوش وخرم رکھونگا۔" بچے کے واسطے اسکی والدہ کی یہ خوشنودی بڑا بھاری انعام ہے۔ اور جب معمول سے بڑہکر محبت بھرے لہجہ میں تم کہتے ہو: "سو بیٹا خدا حافظ۔ اب سو رہو۔" تو اسکا دل خوشی وخرمی سے بہر جاتا ہے۔ اور جب یہ نیند میں اپنی آنکھیں بندکرتا ہے۔ یہ شاد وخرم ہوتا ہے اور ارادہ کرتا ہے کہ اپنا فرض ادا کرتا رہیگا۔ ایک لائق و فائق شخص ان مختلف حکومت کے طریقوں کے اثر بیان کرتا ہے جو ایک جہاز پر مختلف حکام نے اختیار کئے تھے۔ جب کبھی ان افسروں میں سے کوئی افسر دو تین دن کی عدم موجودگی کے بعد یا کھانا کھانے کے بعد اپنے معمولی روند پر تختہ جہاز پر آتا۔ تو یہ ہمیشہ ادھر اُدھر آنکھ اٹھاکر دیکھتا جاتا کہ کوئی قصور پکڑے۔ ذرا سی چیز بھی اگر بے ترتیب دیکھ لے تو اسکو پکڑ لے اور مختصر یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سخت ملامت کرنیکی کوئی وجہ اسکو ہاتھ آجائے اسکی رائے میں جو اسکے ماتحت تھے۔ انکے واسطے انکے فرض سے غافل رہنے کے لئے یہ ایک بڑی بھاری روک تھی۔ لہذا اسی اصول پر یہ اسقدر تشدد سے عمل کرتا تھا۔ دوسرے افسر کی نگاہ اسکے برعکس خصوصاً ان چیزوں پر پڑتی۔ جنپر یہ اپنی رضامندی ظاہر کرسکتا۔

مثلاً یہ جیسا آگے بڑھتا جاتا وقتاً فوقتاً ٹھہرتا اور پہلے نائب سے کہتا: "دیکھو ان کرسیوں کی ترتیب بہت عمدہ ہے۔ لوگوں کے اسباب باندھنے کا بس یہی طریقہ مجھکو پسند ہے"

مگر اسکے برعکس وہ پہلا افسر جسکا ذکر ہوا ہے۔ صرف ان عمدہ ترتیب شدہ چیزوں کے پاس سے بالکل انجان ہی ہوکر نہیں گزر جاتا تھا۔ جنکو ترتیب دینے میں اسقدر محنت اور وقت صرف ہوا تھا۔ بلکہ اسکو جب تک چین نہ آتا۔ جب تک اسکی نگاہ کسی ایسی اتفاقیہ غلطی پر نہ جا پڑتی جس سے اسکی ناراضگی کی کوئی وجہ نکل آئے۔ ایک کپتان جب گزریگا تو پہلے لفٹنٹ سے کہیگا: "آج تم نے تختہ جہاز کو کیسا صاف ستھرا کر دیا ہے! میں خیال کرتا ہوں کہ تم صبح سے اس کام میں لگے ہوئے ہو گے؟"

دوسرا ایسی حالت میں قصور تلاش کرنے کا خواہاں ہے۔ خواہ تختہ جہاز برف کی طرح سفید اور صاف ستھرا ہو وہ یہی کہیگا: "سنئے صاحب ان جاروب کشوں سے کہئے کہ اس کوڑے کرکٹ کو یہاں سے صاف کر دیں" اور اب وہ کوڑا کرکٹ کیا ہے؟ ایک توپ کے نیچے کوئی آدھ انچ لمبا سُتلی کا ایک ٹکڑا پڑا ہے! غرض مختصر یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک افسر کو اس سے بڑھکر اور کوئی چیز دق کرنے والی نہ تھی کہ ہر ایک چیز کو ایسی مناسب اور درست دیکھے کہ جس سے اسکو قصور نکالنے کا کوئی موقع ہاتھ آسکے۔ حالانکہ دوسرے کو ملامت کرنے کی ضرورت خود اپنے واسطے ایک سزا معلوم ہوتی تھی

"چنانچہ ایک افسر کے ماتحت تو ہم نہایت خوشنودی اور مسرت سے یہ سمجھکر کام کرتے کہ کوئی کام ایسا ہوگا جسکو ہم مناسب اور درست طور پر کرینگے اور اسپر خوشنودی اور رضامندی نہ ظاہر کیجائیگی۔ مگر دوسرے افسر کے ماتحت چونکہ ہم خوف سے کام کرتے تھے کبھی دل لگا کر ہم نے کوئی کام نہیں کیا۔ ہمکو چونکہ یہ یقین تھا کہ ہماری کچھ تعریف نہ کیجائیگی۔ لہذا کوئی کام مناسب اور درست طور پر کر کے ہمکو کبھی طمانیت اور مسرت نہ حاصل ہوئی"

"جب کبھی ہم نہایت محنت و مشقت سے ہی قابل تعریف کام کرتے۔ تو ملامت ہونے کے خیال سے اس حالت میں بھی ہماری تمام فیاضانہ کوشش کی کمر ٹوٹ جاتی۔ اور چونکہ

یہ سیکھ گئے تھے کہ پہلے ہی سے الزام ملنے کا یقین واثق رکھیں۔ جب کبھی ہم کو
ایسی سزا ملتی تو جس غرض سے وہ دیجاتی وہ پہلے ہی سے زائل اور نیست و نابود ہو چکتی
چونکہ سراسر ہر طرف ناامیدی ہی نظر آتی تہی۔ ملامت سے نہ تو کوئی اپنا کام سدھارتا اور
نہ قصور کا انسداد ہوتا مگر سب سے بڑھکر جو عجیب بات معلوم ہوئی وہ یہ تہی کہ یہ دونوں
افسر حقیقی النقلب تھے۔ یا اگر ان میں کچھ فرق تہا تو وہ یہ تہا کہ قصور
نکالنے والا افسر نیک مزاج تہا۔ اور جن امور کا نوکری کی خدمات سے تعلق نہ تہا۔
ان میں یہ دونوں سے بڑھکر خوش مزاج اور ملنسار تہا ؎

"درست اور مناسب کاموں کے دریافت کرنے کی خواہش جسکے ساتھ صدق دلی
کی رضامندی اور خوشنودی ہی ہو۔ ایسی عادات ہیں۔ جو قریباً انسان کی عمر بہر ہر
حالت میں سب سے بڑہکر جہانتک امکان ہے اثر پیدا کرتی ہیں ؎

" اس میں کچھ کلام نہیں کہ یہ باتیں خود اعلے رتبہ کے شخص کے بلائق ہیں۔ خواہ یہ
کسی رجمنٹ کا کرنیل ہو۔ کسی جہاز کا کپتان ہو۔ یا کسی خاندان کا بزرگ ہو۔ کیونکہ خوشنودی
صرف کام میں ہے۔ صرف رضامندی کے اظہار ہی سے انسان کو خوشنود
کرنے میں شاید ہی کبھی ناکامی ہوتی ہو۔ اور اس طرح پر یہ خوش و خرم رہنے کا عادی ہوجاتا
ہے۔ اور اسکا دل ہی صرف اسکو ایک عظیم امداد دیتا ہے اس کام کے کرنے میں
جس سے اسی طرح خوشی ان لوگوں کو ہو جو اسکے اردگرد ہیں۔ سپاہی۔ جہازران۔
بچے۔ نوکر یا اور کوئی شخص جنکا انحصار کسی دوسرے پر ہے۔ یا دوست احباب
یا ذی رتبہ شخص اگر ذرا سا بھی تجربہ کرینگے تو انکو معلوم ہوجائیگا کہ وہ لوگ جو اپنا اثر ہم
پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اپنے اہتمام اور انتظام کی تدابیر میں خواہ وہ کیسی ہی ہوں اس
طریق کو بڑا بہاری معاون پائینگے ؎ متابعت کرتی ہوئی دنیا اور بچے کے دل میں پر
مسرت اور خوشگوار خیال پیدا کرنے کے واسطے رضامندی اور خوشنودی کے
اظہار کا طریق سب سے بڑھکر ضروری ہے۔ اپنی خندہ پیشانی سے اپنے بچے
کا دل بڑہاؤ۔ اور اسکو اس کے فرض کے ادا کرنے میں مسرور کرو۔ جب یہ سکول سے

واپس آئے۔ اسکے کپڑے صاف ستھرے ہوں۔ اور اسکے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں ہوں۔ تو مادرانہ شفقت کے اظہار سے اسکو انعام دو۔ اس سے اسکو خبردار اور صاف ستھرا رہنے کی سب سے بڑھکر زبردست ترغیب ملے گی۔ بچہ اکثر بہت کوشش کرتا ہے کہ ایسے کام کرے جس سے اسکے والدین خوش ہوں۔ اور اکثر غمناک آنسو بہاتا ہے۔ جبکہ والدین اسکے خیالات سے ہمدردی نہیں کرتے لگاتار شکایت کرنے اور جھڑکنے سے بہت سی خانگی خوشیاں اور شفیق بچوں کی طبائع برباد اور تباہ ہوجاتی ہیں۔ بعض لوگوں کو قصور نکالنے کی ایسی عادت ہوجاتی ہے۔ کہ انکی فطرت میں یہ بات اسی طرح پیوست ہوجاتی ہے جیسے کہ سانس کا آنا جانا کبھی امر سے یہ خوش نہیں ہوتے۔ ہر کام میں اور ہر موقعہ پر یہ کسی ایسی چیز کے متلاشی ہوتے ہیں۔ جس سے یہ اپنی ناراضگی کا اظہار کریں۔ زہریلے سے زہریلے سانپ کی طرح یہ نہایت ہی پسند یدہ برکتوں سے بھی زہر جذب کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ بچے زیادہ تر ہمدردی کے مخلوق ہیں۔ انکے چال چلن اُن لوگوں کے چال چلن پر وضع ہوتے ہیں جو انکے اردگرد ہوتے ہیں۔ اور جو نیکیاں کہ ہم انکے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں وہ خود پہلے ہم کو اپنے سینے میں پیدا کرنی چاہئیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ انکے دل میں نیک۔ حلیم اور شفیقانہ خیالات پیدا ہوں۔ تو ہم کو پہلے خود اپنی تمثیل سے انکو یہ دکھلانا چاہئے کہ ایسے خیالات کیسے بے بہا ہوتے ہیں۔

۵۔ وہمی خوف پیدا کرکے انکو کبھی سزا مت دو۔ وہم کے عالم گیر وبا میں کچھ نہ کچھ ہر شخص مبتلا ہے۔ شاید ہی کوئی شخص بمشکل مہذب یا غیر مہذب ایسا ملے جو کم و بیش ان نامعقول خطروں کے زیر اثر نہ ہو۔ اس بارے میں خود انسان کی فطرت ہی میں ضعیف الاعتقادی ہے۔ بھوت پلید کی کہانی اسقدر دلچسپی سے سُنی جاتی ہے جسقدر دلچسپی سے شاید ہی کوئی اور بات سُنی جاتی ہو۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں بچوں کی غور و پرداخت ہوتی ہے۔ وہ اکثر اس کو کام میں لاتے ہیں۔ اور ایسی کہانیاں سنا کر انکا دل بہلاتا یا انکو خوف دلاکر انکی تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ یقیناً کچھ ضرورت نہیں

کہ ہم ایسے معیوب طریق کی نامناسبت پر کوئی دلیل پیش کریں۔ یا یہ دکھلائیں کہ اسکا نتیجہ کیسا مضر ہوتا ہے۔ بہت ہی کم والدین ایسے ہیں۔ جو اس احتیاط اور خبرداری کو عمل میں لاتے ہوں جس سے یہ دوسروں کو روک دیں تاکہ وہ اپنے بچوں کے دلوں میں ایسے اوہام کو جگہ نہ دینے پائیں۔ کسقدر کثرت سے ہمکو ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں تمام عمر وہی خراب اثر پایا جاتا ہے جو اس طرح بچپن میں اپر ڈالا جاتا ہے۔ یہ اثر ان کے واسطے ایک اصلی مصیبت ہوجاتا ہے۔ لہذا دل کو ایسی مضرتوں سے بچانے کے واسطے بہت خبرداری اور احتیاط کی ضرورت ہے ۔

ایک طریقہ سزا دینے کا ایسا ہے جو اکثر عمل میں آتا ہے اور جو کہ بہت ہی مضر اور معیوب ہے یعنی بچہ کسی کوٹھری یا اندھیری جگہ میں بندکردیا جاتا ہے۔ اور اس طور پر تاریکی میں اسکے دل میں خوفناک خیالات پیدا ہوجاتے ہیں۔ اسکا اثر بعض اوقات ایسا زبردست پڑتا ہے کہ بہ مشکل ہی کسی بچے کو کسی اندھیری جگہ جانے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ اور بعض اوقات تو یہاں تک ہوتا ہے کہ جب بچہ بستر پر لیٹتا ہے تو اگر روشنی نہ ہو تو تنہائی میں ہی اسکو خوف آتا ہے۔ مگر بچوں کو دن اور رات دونوں اوقات میں بے خوف بنانا کچھ مشکل نہیں۔ اور تم کو بہت سے ایسے بچے مل سکتے ہیں جنکو رات کو اندھیرے میں گھر میں جاتے ہوئے کبھی خوف کا خیال تک نہیں ہوسکتا۔ اگر تم اپنے بچہ میں ایسی تقویت پیدا کرنی چاہتے ہو تو یہ ضروری ہے کہ تم انکو بھوت پلید کے خوف سے بچاؤ۔ اور ہرگز کبھی انکو خیالی باتوں سے نہ ڈراؤ۔ اپنے بچوں کو ایسا پرورش کرو کہ یہ بیکھٹک اور بے خوف نکلیں۔ اخلاقی دلیری نیکی کے سب سے بڑھکر محافظ ہے ۔

ایک انگریزی مصنف دو خوفناک مثالیں اُن خوفناک نتایج کے بیان کرتا ہے جو اس قسم کے خوف دلانے سے پیدا ہوئے تھے :۔

"فلیڈلفیا[1] میں میں ایک بچہ کو اچھی طرح جانتا تھا جو نہایت خوبصورت۔ ہوشیار

۱؎ امریکہ میں دوسرے درجہ کا شہر ہے۔ نہایت خوبصورت اور صوبہ پنسلوینا میں واقع ہے

اور عقیل تھا۔ مگر افسوس کہ بہ مدت العمر کے واسطے مخبوط الحواس ہو گیا کیونکہ جب وہ [illegible]
سال ہی کا تھا کہ ایک خادمہ سے خوف دلا کر خاموش کرنے کی غرض سے
ایک اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا تھا۔ اس کم عقل عورت نے پہلے اسے خوف
دلایا کہ یہ ایک بری جگہ اسے بھیجے گی۔ اور آخرکار اسے خاموش کرنے کے واسطے
اسے کوٹھری میں ڈال دیا۔ دروازہ بند کر دیا اور آپ باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جو
واپس آئی تو لڑکے کو اس نے ایک سخت مرض کے دورے میں مبتلا دیکھا اور گو
اس سے اسے نجات مل گئی مگر مدت العمر کے واسطے مخبوط الحواس ہو گیا۔ جب ۔۔۔ الدین
جو کسی جگہ خوشی کی تقریب میں دو رات دن کے واسطے گئے ہوئے تھے واپس آئے
تو ان سے صرف یہ کہا گیا کہ لڑکا بیمار ہو گیا تھا۔ مگر اسکی وجہ نہ بتلائی گئی۔ ۔۔۔ خادمہ
سمجھا بیٹھی ہی میں رہتی تھی جب دس سال کے بعد اپنے بستر مرگ پر جان بلب ہو رہی تھی
بچے کی والدہ کو بلایا اور اس سے معافی مانگی۔ اس بارے میں اس خادمہ اور
۔۔۔ الدین کا ایک جیسا برابر قصور تھا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جب انہوں نے
اس خادمہ سے اسکے مرنے کے دم حقیقت سنی تو انہوں نے اپنے آپ کو اپنی غفلت
پر سخت ملامت کی ایسی اور اسی قسم کی حرکتوں سے ہزار ہا معصوم بچے اپنے ہوش
و حواس سے محروم ہو گئے ہیں ؁

بہت عرصہ نہیں گزرا کہ ہم نے اخباروں میں ایک لڑکے کی موت کی خبر پڑھی
تھی جو اسی طرح خوف زدہ ہو کر جان سے گزر گیا تھا۔ ۔۔۔ الدین شام کو ایک جگہ ضیافت
کی تقریب میں گئے ہوئے تھے۔ گھر میں نوکروں نے بھی جلسہ کیا اور خوشی منائی والدہ
کو اتفاقیہ گھر آنا پڑا تو جب وہ یہاں پہنچی تو اسنے نیچے کی منزل کو نوکروں سے بھرا ہوا
پایا۔ یہ فوراً اپنے بچہ کو دیکھنے کے واسطے اوپر چڑھ گئی۔ یہ بچہ کوئی دو تین سال کا تھا۔
اسنے اسکو دیکھا کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور لیٹا ہوا ہے۔ مگر اسکو ہاتھ لگانے پر معلوم
ہوا کہ یہ بالکل بے جان تھا۔ ڈاکٹر فوراً بلایا گیا مگر کچھ فایدہ نہ ہوا۔ لڑکا مر چکا تھا خادمہ نے
اسکی وجہ سے بالکل لاعلمی ظاہر کی۔ مگر جو لوگ آکر جمع ہوئے تھے ان میں سے ایک

نے دیکھا۔ کہ پلنگ کے ایک پردے پر ایک خوفناک گڑیا بنی ہوئی لٹکتی تھی۔ اسپر کم بخت لڑکے نے اقبال کیا کہ یہ حرکت اسنے اس واسطے کی تھی کہ لڑکا ڈرپوک اور چپ چاپ رہے چنانچہ یہ گڑیا اسطرح لٹکا کر یہ شخص نوکروں کے ساتھ خوشی منانے چلے گئے تھے۔ جب ہم اس حالت کی اور تکلیف پر خیال کرتے ہیں جو اس ننھی سی جان کو پہنچی ہوگی۔ قبل اسکے کہ خوف سے اسکی جان بحفظ اس سے رخصت ہوگی تو ہم کو استقدر کافی زبردست الفاظ نہیں ملتے کہ ہم اس نفرت کو ظاہر کریں جو ہمارے دل میں اس جرم کے مرتکب کے لئے پیدا ہوگئی ہے۔ اور یہ جرم کیا تھا؟ واقعی ایک بے رحمانہ قتل تھا۔ اور یہ جرم قانون کی دسترس سے باہر تھا چنانچہ ایسا ہی تھا اور اب بھی ایسا ہے کیونکہ قانون نے کبھی رعایت اُن جرائم کی سزا کے واسطے نہیں رکھی ہے۔ جو ویسا ہی سخت ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قانون نے بجا طور فطرت انسانی پر قیاس کر لیا ہے کہ ایسے جرائم ناممکن ہیں ٭

میں نے اس باب میں نہایت ہی عام اور بڑے بڑے قصوروں کا ذکر کیا ہے جو تعلیم میں ہیں۔ بہرحال ان سب کا تفصیل وار بیان نہیں ہوسکتا۔ شفیق والدہ کو ہمیشہ احتیاط اور خبرداری کی نظر سے ہر وقت دیکھتے رہنا چاہیے اور اسکو خود اپنے افعال کے اثر بھی مشاہدہ کرنے چاہییں۔ اسکو نہایت احتیاط سے ہر ایک چھوٹا سا نقص اور خفیف سی غلطی کو تلاش کرنا چاہیے۔ ہمکو چاہیے کہ خود سوچیں اور استعداد پیدا کریں یہ امید کرنا بالکل فضول اور لچر ہے کہ بغیر کوشش کے ہم کسی بیش قیمت بات میں ترقی کرینگے۔ دوسروں کے خیالات عام اصولوں کے مقرر کرنے کے واسطے کارآمد ہوسکتے ہیں۔ اور اس سے خود ہمارے خیالات میں گرمجوشی اور ہماری وفاداری اور استقلال میں تحریک پیدا ہوسکتی ہے۔ مگر پھر بھی جب تک ہم خود نہ سوچیں۔ اپنے بچوں کی عادتوں کو غور و خوض سے نہ دیکھیں اور مختلف اغراض کے اثر نہ دیکھتے رہیں جو ہم انکے دل کے سامنے پیش کرتے ہیں تو بہت سے قصور ہماری نظروں سے چوک جائینگے اور ہم بہت سے اُن فوائد کو ضائع کر دینگے جو ہم دوسری حالت میں حاصل کرسکتے تھے ٭

باب ششم

دینی تعلیم

ا۔ بچوں کو ایک جگہ جمع کرکے دینی تعلیم دینے میں بہت کامیابی ہوئی ہے۔ مگر کسی طرح بھی گھر میں بچے کو دینی تعلیم دینے کی ضرورت نظرانداز کرنے کے قابل نہیں معلوم ہوتی۔ خود ماؤں کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو جمع کریں۔ اور انکو دینی تعلیم دینا اپنا فرض اعلےٰ سمجھیں۔ جب والدہ اپنے بچوں کے ساتھ ملکر خدائے ذوالجلال کی عبادت کریگی۔ تو اسکو خود ایک طور کی مسرت اور لطف حاصل ہوگا۔ اور اسطرح اسکے بچے بھی اپنے خالق کی عبادت کرنے کے عادی ہو جائینگے۔ لیکن والدہ کے واسطے سب سے بڑھکر یہ ضروری ہے کہ وہ اس کو اپنی سب سے بڑھکر ایک ذمہ داری سمجھے۔ اسطرح بچوں کو دینی تعلیم دینے سے بہت سے نیک نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ صالح نیکوکار اور شریف بنتے ہیں۔ اور پھر یہ خوبیاں مدت العمر تک انکے ساتھ رہتی ہیں۔ اور گور میں انکے ساتھ ہی دفن ہوتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ایک خطرہ ہے کہ مبادا والدین جب لڑکا استاد سے تعلیم لے تو یہ سمجھ لیں کہ یہ ذمہ داری اب ان سے منتقل ہو کر استاد کو مل گئی ہے۔ اور اب انکا صرف یہ فرض رہ گیا ہے کہ انکو روزمرہ باقاعدہ استاد کے پاس بھیجدیں۔ اور انپر اسقدر تنبیہ کریں کہ یہ اپنا روزمرہ کا سبق اچھی طرح یاد کرلیا کریں یہ امر سب سے بڑھکر ضروری ہے کہ گھر سب سے زیادہ دینی درسگاہ اولاد کے واسطے ہونا چاہئے والدہ کو لازم ہے کہ راہ حق میں اپنے بچوں کی رہنمائی اسکو چاہئے کہ اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑکر انکو دینداری اور نیکبختی اور حق پرستی کی راہ پر چلائے۔

ممکن نہیں کہ کسی شخص کا اولاد پر اسقدر اثر ہو سکے جسقدر کہ والدہ کا ہوتا ہے اور اسکو اسقدر آسانی حاصل ہو جسقدر کہ والدہ کو ہوتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کے مختلف مزاجوں کو جانتی ہے۔ اور یہ انکے خیالات عادات اور دل کے اطوار سے اچھی طرح واقف ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ انکی ضروریات کے مطابق انکو تعلیم دے سکتی ہے

یہی صرف ان بیشمار موقعوں کو پیدا کر سکتی ہے۔ جن سے دل تعلیم قبول کرنے کے واسطے کھل جاتا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کے اثروں سے موثر ہونے کے قابل بنجاتا ہے جب بچے بیمار ہوتے ہیں یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ ہمیشہ انکے پاس رہتی ہے۔ یہ صبح تڑکے کی خاموشی اور شام کے سنسان سمے سے فایدہ اٹھا سکتی ہے غم و الم کے لمحوں میں یہ انکے سامنے اس سے اعلےٰ دوسری دنیا کی نہایت دلکش تصویر کھینچ سکتی ہے۔ اور انکو زیادہ طمانیت بخش شادمانیوں اور سرزمینوں کی ترغیب دے سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے والدہ کو وہ عمدہ فوائد تفویض کئے ہیں جو کسی کو حاصل نہیں۔ مگر ان فوائد کے ساتھ ہی اس قادر مطلق نے وہ ذمہ واریاں منسلک کر دی ہیں جو کبھی نہ علیحدہ ہو سکتی ہیں اور نہ دوسرے پر منتقل ہو سکتی ہیں۔ والدین کو لازم ہے کہ گھر ہی میں مذہبی تعلیم کا سب سے بڑھکر اعلےٰ فرض وفاداری سے پورا کریں۔ مادرانہ شفقت سب سے بڑھکر فصیح خطاب ہے۔ اور فرمانبردار بچہ دینی تعلیم سے بہت کچھ موثر ہو سکتا ہے۔ والدہ کو اس فرض کا جیسا کہ حق ہے خیال رکھنا چاہیے۔ اور پھر یہ اپنے بچوں کو کبھی خداوند تعالےٰ کی رحمتوں اور فضل و کرم سے محروم نہ دیکھے گی۔

۲۔ والدین کو خود عبادت کا سب سے بڑھکر صادق خیال ہونا چاہیے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ تمہاری یہ امید معقول اور بجا ہے کہ تمہاری اولاد کے دل میں خدا کا خیال پیدا ہو جبکہ خود تم اس ناپایدار دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہو اور خدا سے غافل ہو۔ تمہاری تمثیل تمہاری تعلیم کے تمام اثر کو زایل کر دے گی۔ جب تک خود تمہارے دل میں دینداری نہ ہو۔ یہ احمق پن ہے کہ تم اپنے بچوں کے دلوں پر دینداری کے اصول نقش کرنے کی کوشش کرو۔ یہ تمہاری تمثیل کی پیروی کرینگے۔ کیونکہ انکو تمہاری رہنمائی پر سراسر اعتماد ہے۔ وہ چھوٹا سا معصوم جو خداوند تعالیٰ نے تمکو عطا کیا ہے۔ اور جو تمہاری الفت اور شفقت سے اسقدر خوش ہے۔ ان خیالات کو اپنے دل میں جگہ دینے سے سلامتی اور آسایش کی امید کرتا ہے جو تم میں پاتا ہے۔ اور اسے بچوں کی بابت کیا تو اپنے اس بچے کو دیکھے گی جو تجھپر اعتماد کلی رکھتا ہے۔ اور اسکے تمام

پیار اور محبت کو شاید کبھی نہ سمجھا ہوگا اسواسطے مشغول ہو کے ہر بچے پر ظلم کرتی ہوگی کہ
تیری قتل اسکو خداوند تعالیٰ سے جدا کیا ہے اور اسکو دائمی عذاب اور غم کے حوالے
کر رہی ہے؟

تم اپنے بچے پر پیار کرتی ہو تمہارا دل [illegible] اس سے محبت کرتا ہے اور کبھی اسکی خواب
میں بھی یہ بات نہیں [illegible] کہ [illegible] اور بہت پیار کرتی ہو۔ اسکو کس قدر
صدمہ پہنچیگا جب اس سے کہا جائیگا کہ اسکی والدہ ہی ایسی سنگدل اور بیرحم تھی
جو اسکی ابدی خوشی اور جنت کی نسبت [illegible] اگر وہ تمہارا [illegible] ہو تو تم
نے اپنا [illegible] خدا کی یاد سے [illegible] اسکی روح کو تباہ کرکے صبر
نہیں آیا کہ تم اپنے اس بچے کو بھی ظلم اور [illegible] کی دنیا میں [illegible] جو تم کیا ایسی
والدہ اور بھی خراب ہے کہ [illegible] محبت کرتا ہے۔ آہ! اس میں اسقدر سنگدلی اور بیرحمی کو
کوشش کر بہری [illegible] کا بیان نہیں ہو سکتا۔ انسان خیال کریگا کہ تمہارے بچے کے
ایک تبسم سے تمہاری آسائش اور امن میں خلل پڑ جائیگا۔ محبت کا ہر ایک ثبوت
جو تمہارا بچہ دیگا تمہارے دل کو زخمی کر دیگا۔ اور افسوس اور پشیمانی سے آدھی آدھی
رات کو تم چونک پڑو گی۔ اور ہر گھڑی تمہارے واسطے تلخ بنجائیگی۔ جو شخص کسی کے
بدن کا قاتل ہو وہ نفس لوامہ کی لعن وطعن کو بمشکل ہی شاید برداشت کر سکے مگر اے
لامذہب والدہ! تو روح کی قاتل ہے اور کس کی روح کی قاتل؟ اپنے پیارے بچے
کی جو تجھکو عزیز سمجھتا ہے۔ اس سے بڑھکر صاف گوئی ہم اس مضمون پر نہیں
کر سکتے ہم بچوں کی ان لاجواب غلطیوں کے شاکی ہیں جو ایک والدہ کے تبسم اور
بوسوں کی دھوکہ دہی سے لاحق ہوتی ہیں۔ شیطان نے تو صرف حضرت آدم ہی کو بہشت
بریں سے نکالا تھا۔ مگر یہاں ہم ایک والدہ کو دیکھتے ہیں جو بچے کو کس کے بچے کو؟
اپنے بچے کو۔ خداوند تعالیٰ اور امن وآسائش سے دور کر کے دنیاوی بد نظمی
اور سزا کے طوفانوں میں لیجا رہی ہے۔ وہ چہرہ یا بچہ جو تمہارے قدم بقدم چلتا ہے
ابدکا وارث ہے۔ اسکو تمام آئندہ سالوں کا عرصہ طے کرنا ہوگا۔ اسکو قبر کے مصائب

سے نکلا ہوگا۔ اسکو پوری پوری حالی ہستی حاصل ہوگی۔ خواہ یہ فرشتہ بنکر نور میں پرواز کرتا پھرے خواہ شیطان بنکر تاریکی میں ٹکریں مارتا پھرے۔ تو اسے والدہ۔ اس کی رہنما ہے تو خواہ اسکو بہشت بریں کی نعمتوں تک پہنچا دے۔ خواہ دوزخ کا کندہ بنا دے۔ اگر تم بچا افسوس اور پشیمانی گناہ کئے جاؤگے یقینی بات ہے کہ تمہارا بچہ تمہارے ساتھ ساتھ جلیگا

ہم نے سنا ہے کہ ایک دفعہ ایک بچے نے جو بستر مرگ پر جان بلب تھا اپنی آنکھ اٹھائی اور اپنے والدین کی طرف نہایت سخت رنج والم میں تلخ کامی سے کہنے لگا:۔ وہ ہائے میرے والدین۔ تم نے کبھی مجھ سے موت کا ذکر نہ کیا اور نہ مجھکو اسکے لئے تیاری کرنے کی ترغیب دی۔ اور اب ڈاکٹر ہیں وار کر دیتے ہیں لگتا ہے میں مرا جاتا ہوں اور میری روح برباد ہوتی ہے۔ یہ کہکر مرگیا۔ اور مرکیا گیا تاریکی اور ظلمت میں بس اسکا آفتاب غروب ہوگیا۔ اب ان والدین کے کیا خیالات ہونگے ہم کس زبان کنی سے انکے سینے شق ہوگئے ہونگے! کسطرح انکی آنکھوں کے سامنے انکے برباد اور تباہ شدہ بچہ کی شکل تمام دن پھرتی رہتی ہوگی اور رات کو نیند میں انکو دق کرتی ہوگی! مگر یاد رکھو کہ پھر تم اپنے بچے سے ملوگے۔ صور کی آواز تم کو خداوند تعالیٰ کی میزان عدالت کے سامنے لیجا کر کھڑا کریگی اب ہمارے واسطے کسقدر ناممکن ہے کہ ہم تمہارے وہ خیالات بیان کریں جو اسوقت ہونگے!

موت کے بعد انصاف ہے۔ اور انصاف کے بعد ابد۔ اگر تم اپنے بچے کو ابد تک کے واسطے خراب اور برباد کرنے والے ہو تو تم کو اسکی لعن وطعن بھی برداشت کرنی ضروری ہے۔ کبھی یہ خیال مت کرو کہ تم کسی اور راہ پر چلو۔ اور تمہاری اولاد کسی اور راہ پر چلے۔ تم کو صرف یہی نہیں چاہئے کہ اپنے بچے کو آسمان کا راستہ بتلا دو۔ بلکہ خود اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اس راہ پر لیچلو۔ سب سے پہلی بات جو والدہ کے کرنے کی ہے یہ ہے کہ یہ اپنا دل خدا تعالیٰ کیطرف لگائے۔ خود تم دیندار بنو۔ اور پھر امید کرو کہ خدا تمہاری کوششوں کو ایسا بابرکت کریگا کہ تمہاری اولاد خدا تعالیٰ کے حضور میں جانے کے قابل ہوجائے۔

ہم ہر ایک والدہ سے ملتجی ہیں جو ان صفحوں کو پڑھتی ہے۔ کہ جیسی یہ اپنی خوشی اور خرمی اور نیز اپنی اولاد کی شادمانی کی قدر وقیمت کرتی ہے۔ اسے چاہئے کہ فی الفور اپنا دل خدا

کی طرف لگائے۔ خدا ہر وقت تیار ہے کہ جب تم دعا مانگو وہ تم کو ضروری امداد دے جتنی دیر ہم اس فرض سے غافل رہتے ہیں لگاتے ہیں اتنی دیر تک تم اپنی اولاد کو خدا سے دور لیجاتے ہو۔ اور اسکی واپسی کی امید کو بالکل ناممکن اور مشکل بناتے ہو۔

۴۔ سچا مذہب بہت ہی مسرت بخش ہے۔ تقوے کے بغیر کوئی اصلی خوشی نہیں حاصل ہو سکتی۔ مذہب کا مقصد یہ ہے کہ ہم کو یہاں اور وہاں یعنی دونوں جہان میں خوش و خرم رکھے۔ بہت سے والدین اس بارے میں غلطی کرتے ہیں۔ یہ قانون شریع سے بہت کچھ ڈرتے ہیں۔ غمگین اور متاسف چہرہ بناکر گفتگو کرتے ہیں اور اسطرح مذہب بچے کے واسطے ایک ناگوار مضمون بنجاتا ہے۔ اور اسکو وہ خوشی و خرمی کا برباد کنندہ سمجھتا ہے۔ خدا کا خیال خوف و خطر کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ بہت سے والدین اپنی آخری عمر میں اس طریق کی نامنصفی سے مطلع ہوگئے ہیں جسکو انہوں نے اس بارے میں اختیار کیا تھا۔ انہوں نے مذہب کے خیالات ایسے غمناک چہرے بناکر اور ایسی دردناک لہجہ میں ظاہر کئے تھے کہ یہ مضمون ایک غیر ضروری تکلیف اور مصیبت بن گیا تھا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم دوسری حالت میں بھی غلطی کر سکتے ہیں۔ ہمکو چاہئے کہ گناہ کی اصلیت۔ خدا کا انصاف۔ اسکے قانون کے خلاف ورزی کی سزا اچھی طرح بچے کے دل پر نقش کردیں۔ بچہ کو یہ سکھلانا چاہئے کہ یہ خدا تعالی کو ایسا سمجھے۔ کہ وہ اپنی مخلوق سے محبت ضرور کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے گناہوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اگر ہم بچہ سے صرف خدا کے اس فضل و کرم ہی کا ذکر کریں جو شب و روز ہمکو عطا کرتا ہے۔ تو خدا کا ایک غلط خیال اسکے ذہن نشین ہوجائیگا۔ ہم کو خوف ہے کہ بہت سے اپنے آپ کو یہ سمجھکر دھوکا دیتے ہیں کہ خدا سے وہ محبت کرتے ہیں۔ انکے دل میں خدا کا صرف ایک شاعرانہ خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ شفیق اور رحیم ہے۔ اور اُس میں سراسر محبت اور شفقت ہی بھری ہے۔ خدا تعالی نے جسطرح اپنے آپ کو اپنی قدرت میں ظاہر کیا ہے اسی طرح ہمکو اسے ظاہر کرنا چاہئے۔ خدا رحیم اور عادل ہے

وہ کریم بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ ہمکو چاہتے کہ اُس سے سب سے بڑھکر دلی محبت کریں اور نیز اسکی تقدیس اور اس سے خوف بھی کریں۔ لہذا بچہ کو اچھی طرح یہ سمجھا دینا چاہیے۔ کہ گناہ کی سزا ملے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مگر یہ بھی اسکے ذہن نشین کر دینا چاہیے کہ انصاف خدا تعالیٰ کا ایک عجیب کام ہے۔ معمولی طور پر اسکے فضل و کرم کا ذکر کرو۔ بچہ کو سمجھاؤ کہ وہ معاف بھی بہت جلد کر دیتا ہے۔ آسمانی مسرتوں کا ذکر کرکے بچہ کو شکرگذار ہونے کی ترغیب دو۔ اور اسطرح مذہبی فرائض خوشی و خرمی کے خیالات اور شادمانی سے منسلک کر دو۔ اور بچہ کو یہ سمجھاؤ کہ غم و الم تکلیف اور مصیبت نافرمانی بدکاری اور بے دینی سے منسلک ہے۔ خدا تعالیٰ نے جس شادمانی کے عطا کرنے کا آسمان میں وعدہ کیا ہے وہ اسقدر کافی ہے کہ بچے کے خیالات میں جان پیدا کردے۔ یہ مضمون اسقدر بچے کے دل کو خوش کرتا ہے کہ اور کوئی نہیں کرتا۔ شکرگذاری اس میں پیدا کرو۔ اسکی ڈھارس بندھاؤ۔ اور جن مسرتوں اور شادمانیوں کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے انکا اسکے سامنے ذکر کرو۔ اس طرح سے تم کو امید کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے شامل حال ہونے سے تم اپنے بچہ کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کردو گے اور اسکو آسمانی زندگی بسر کرنے کے قابل بناؤ گے۔ قانونِ شرع کے خوفوں کو سنجیدہ موقعوں کے واسطے رہنے دو۔ تاکہ انکا اثر بچوں کے دلوں پر بہت بڑھکر پڑے۔ اگر تم بار بار اور لگاتار یہی مضمون بیان کئے جاؤ گے تو اسکا دل ایسا سخت ہو جائیگا کہ اسکا اثر نہ قبول کریگا۔ مذہب اسکو ناگوار معلوم ہونے لگیگا۔ اور گناہ اسکے دل میں مستحکم ہو جائیگا॥

۱۳۔ مناسب موقعوں کو مہیا کرو۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ضمیر میں اثر قبول کرنے کی خاص قابلیت اور میلان ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسے موقعے ناگہانی وجوہات سے پیش آجاتے ہیں کہ ایک دن تو ایک شخص کے دل میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے بڑی سرگرمی اور جوش ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے خیال سے اسکے دل میں اسقدر مسرت ہوتی ہے۔ جسکو وہ دوسرے روز

حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر بے فایدہ۔ وہ شخص بھی جسکا دل دنیاوی دھندوں میں پھنسا ہے۔ ایک روز اس جہان کی شادمانیوں سے ہر طرح مطمئن ہو جاتا ہے دنیا اسکو خوشگوار معلوم ہوتی ہے۔ اسکا دل امید سے پر ہوتا ہے۔ اور نئی قوت اور نئی ڈھارس سے یہ اپنا دل دنیاوی کاروبار میں مصروف کرتا ہے۔ مگر دوسرے دن اسکو اپنی تمام امیدیں خواب و خیال نظر آتے ہیں۔ اپنی شادمانیوں کی بے ثباتی اسکو معلوم ہوتی ہے۔ اسکی روح غمناک ہوتی ہے۔ اور یہ قریباً دل میں مستحکم ارادہ ٹھان لیتا ہے کہ اب یہ پکا دیندار بنجائیگا۔ ان تغیرات سے ہم سب قریباً واقف ہیں۔ بعض اوقات تو انکی وجوہات خارجی معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات ہم ان کا تجسس بھی کرتے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی۔

والدہ کو ہمیشہ ایسے موقع پیدا کرنے کے واسطے خبردار رہنا چاہئے۔ جب یہ اپنے بچہ کو غیر معمولی حالت کے مزاج میں دیکھے۔ اسکا چہرہ غمناک اور خیالات اسکے پست ہوں۔ تو اسکو چاہئے کہ صدق دل سے خدا سے دعا مانگے۔ اور تمام مادرانہ محبت سے اپنے بچہ کو خدا کے سامنے لیجانے کے واسطے تیار کرے۔ جب دل ایسی حالت میں ہوتا ہے۔ تو اسوقت یہ دینی تعلیم کے واسطے تیار ہوتا ہے۔ بچہ کو اسوقت ہم سمجھا سکتے ہیں۔ کہ دینداری کے علاوہ اور تمام مسرتیں کسقدر بے ثبات ہیں۔ اور پھر دنیا کی محبت جو اسکے دل میں ہوتی ہے وہ متزلزل ہو جاتی ہے۔ آہ یہ امر کیسا مسرت بخش ہے کہ جس بچے کے خیالات میں اسطرح تزلزل پیدا ہو جائے اسوقت اسکے سامنے مذہب کی خوشیاں بیان کی جائیں۔ اسکے دل پر ایسا اثر پڑے کہ اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئیں اور اسکا سینہ اس قدر جوش سے پھولنے لگے۔ جو اس میں پیدا ہو رہا ہے۔ اگر دنیا میں خوشی ہے تو بس ایسے ہی نظارے میں ہے۔ وہ خوش وخرم والدہ جو اسطرح اپنے بچے کو خدا کیطرف لیجا رہی ہے۔ ایک ایسی شادمانی اور خوشی کا حظ اٹھاتی ہے جس سے دنیا بے خبر ہے ایسے موقعے اکثر آتے ہیں۔ اور والدہ کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ اسکا دل خدا کی محبت سے پر رہے تاکہ ایسی

گھڑی میں بیٹا اپنے سینہ کی گرمجوشی محبت اپنے بچے کو دے سکے۔

خاصکر ایسے موقعے اکثر آتے ہیں جو بچے کے خیالات کو خدا تعالی کیطرف پھیرنے کے واسطے ہر طرح مناسب اور موزون ہوتے ہیں۔ ہمارے خیالات میں ان نظاروں کے مطابق تغیر ہوتی رہتی ہے جو ہمارے اردگرد ہوتے ہیں کسی اندھیری اور طوفان والی رات میں تم اپنے بچے کو اسکے کمرے میں لیجاتی ہو۔ مینھ موسلادھار برس رہا ہے۔ اور بوندیں زور شور سے دریچہ کے دروازے پر پڑ رہی ہیں۔ ہوا سنسائیں سنسائیں کر رہی ہے۔ اور کمرے کے باہر اندھیرا گھپ چھایا ہوا ہے۔

اس طوفان کا اس میں شک نہیں کہ بچے کے دل پر بہت بڑا اثر پڑیگا۔ اب تم اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں اور خدا تعالی کا سبق اپنے بچے کو سکھلاتی ہو۔ تم کہتی ہو۔ میرے برخوردار۔ یہ خدا تعالی ہے۔ جو ہوا چلاتا ہے۔ اور پانی برساتا ہے۔ نہ تو میں اور نہ تمہارا باپ یہ کر سکتے ہیں۔ کہ طوفان اور بارش کو روک دیں یا اسکو زیادہ کردیں خدا میں اتنی قدرت ہے کہ وہ اسوقت اس ہوا کو اس زور سے چلائے کہ سب دریچے ٹوٹ جائیں اور مکان تباہ اور برباد ہوجائے۔ لیکن برخوردار اگر تم خدا سے التجا کرو تو وہ تمہاری خبرداری کریگا۔ اسکے سوا کوئی تمہاری خبرداری نہیں کرسکتا۔ مجھکو امید ہے کہ تم خدا سے دعا مانگو گے کہ وہ تمہاری۔ میری اور تمہاری والد کی حفاظت کرے۔

جب خدا حکم دیگا طوفان ختم ہوجائیگا۔ بادل منتشر ہوجائینگے۔ سب طرح امن ہوجائیگا اور منور چاند اور چمکتے ہوئے ستارے آسمان پر پھر روشن ہوجائینگے۔"

غرض اسی طور پر بچہ کو خدا پر توکل کرنا سکھلایا جا سکتا ہے۔ اسکے دل پر اس کے خالق کی عظمت کا ایک زبردست اثر ڈالنے میں کبھی ناکامی نہیں ہوسکتی۔ تم اس سے کہہ سکتے ہو۔ کہ خدا قادر مطلق ہے۔ مگر اسکا اثر بہت ہی خفیف اور کمزور ہوگا لیکن اگر خدا کی قدرت کا کوئی واقعی اظہار اسے دکھلاؤ۔ تو اسکی توجہ میں وہ جگہ پکڑ لیگا اور اسکے دل پر صداقت نقش ہوجائیگی۔ جب والدہ کمرے سے جاتی ہے۔ اور بچہ تنہا تاریکی میں رہجاتا ہے۔ اور بادل کی گرج سنتا ہے تو کیا اسکا دل وسیع نہ

ہوگا۔ اور اسکے خالق کی عظمت اور جلال کے نئے خیالات اس میں جگہ نہ پکڑینگے؟ کیا یہہ نہ سمجھے گا کہ خدا کو ناراض کرنے میں خطرہ ہے؟ اور اگر اسکو صحیح طور پر خدا پر توکل اور بھروسہ کرنا سکھلایا گیا ہے تو اس طوفان اور تاریکی سے اسکے دل کی برقراری اور اطمینان میں ذرا بھی فرق نہ آئیگا۔ یہ ضرور سمجھے گا کہ چونکہ خدا جیسا محافظ اسکے ساتھ ہے پس اسے کسی چیز سے خوف نہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح کے بعض موقعوں پر ایسا اثر پڑ سکتا ہے جو شاید کبھی فراموش نہ ہو سکے۔ ایسے خیالات تم کسی بچہ میں ہرگز پیدا نہیں کر سکتے جب تک کہ اسکی قابلیت کو زیادہ نہ کرلو اور ایسے خیالات کا سامان اسکے واسطے مہیا نکرلو اس سے غور کراؤ۔ اور اسکی نیکبختی کو ترقی دو۔ معمولی مذہبی گفتگو سے بڑھکر جو گھنٹوں تک کیجائے۔ اس قسم کے فوری واقعہ کا اثر بہت بڑھکر پڑتا ہے ۔

منجملہ اور فرائض کے ایک فرض سب سے بڑھکر والدہ کا یہ ہے کہ ایسے موقعوں کو دیکھتی رہے اور احتیاط اور خبرداری سے انکو پیدا کرے۔ جو والدہ اپنے بچوں کی بھلا خواہ ہے۔ اسکو بیشمار موقع ایسے ملیں گے۔ جنپر یہ اس قابل ہوگی کہ فوراً اپنے بچے کے دل پر جو چاہے نقش کر سکے۔ تمہاری بیٹی بیمار ہوتی ہے۔ بیچاری بخار میں بے چین پڑی ہوتی ہے۔ تم اسکی خدمت کرتی ہو۔ اور یہ سنتی ہے کہ تم خدا سے اسکی صحت اور تندرستی کی دعا مانگ رہی ہو۔ آخرکار بخار اتر جاتا ہے۔ یہ سو کر اٹھتی ہے۔ اور تکلیف اور مصیبت سے اسکو رہائی ملجاتی ہے۔ اب تم اس سے کہتی ہو کہ اگر خدا اپنا فضل نہ کرتا تو اسکی بیماری یہانتک بڑھتی کہ یہ مرجاتی۔ اور اسطرح خدا کے ایک فضل و کرم کیطرف اسکی توجہ مبذول کرکے جسکو یہ دیکھ سکتی اور کر سکتی ہے تم اسکے دل میں سچی شکرگزاری پیدا کر سکتی ہو۔ اور ساتھ ہی اسکے تم اسکو اصلی غم و الم کے حوالے بھی کر سکتی ہو۔ تاکہ یہ اپنے خالق اکبر کی نافرمانی نہ کرے ۔

پڑوسی کا ایک بچہ مرجاتا ہے۔ تمہاری بیٹی جنازے پر تمہارے ہمراہ جاتی ہے۔ یہ اسکے جنازے کو دیکھتی ہے۔ جسپر اسکا بیجان ہیجولی پڑا ہے۔ تو اب کیا والدہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دیگی؟ یا اسکی بیٹی موت کے معنے سمجھانے کے

واسطے بہت مناسب اور کافی ہے۔ جب شام کو تمہاری بیٹی سونے لگے گی۔ اسکو اس میں کچھ شک نہیں کہ اپنے متوفی ہمجولی کا خیال آئیگا۔ جب تم اس سے اس ابدی دنیا کا ذکر کروگی۔ جہاں اسکا ہمجولی گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے حضور اور اس شادمانی یا غم والم کے سبب کا حال اسے سناؤگی جس میں اسکا ہمجولی رہیگا۔ تو کیا اسکے ننھے سے دل پر اسکا اثر نہ پڑیگا؟ اور کیا ہمدردی کے آنسو اسکی آنکھوں میں نہ ڈبڈبا آئینگے؟ اور جب تم اپنی بیٹی سے کہوگی کہ اسے بھی ایک نہ ایک دن مرنا ہے۔ اپنے دوست اور عزیز و اقارب کو چھوڑنا ہے۔ خدا کے سامنے جانا ہے تاکہ اسکا انصاف کیا جائے۔ اور ابدی بہشت میں رہنا ہے۔ تو کیا اس دن کے واقعہ کا اصل اور سچا اثر اس لڑکی کی طبیعت پر نہ پڑیگا۔ جو عرصے تک باقی رہیگا۔ اور تمہارے کہنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا؟ بہت ہی کم بچے ایسے ہیں جو ایسے بیان سنکر موثر نہ ہوں۔ اگر کوئی شخص خدا سے ملتجی ہو۔ تو وہ اوس پر اپنا فضل کرنے کو بہ نسبت اس کے زیادہ مستعد ہے۔ کہ ایک والدہ اپنے بھوکے بیٹے کو روٹی دینے کیلئے تو وہ ضرور ان کوششوں کے ساتھ اپنی برکتیں شامل کریگا۔

ایک والد ایک دفعہ اپنے چھوٹے لڑکے کو اسکے ایک ہمجولی بھائی کی قبر پر لے گیا جو چند روز ہوئے تھے کہ فوت ہوا تھا۔ چند لمحہ تک یہ لڑکی غمناک اور چپ چاپ اسکی قبر کو دیکھتی رہی۔ اور پھر سر اٹھا کر باپ سے پوچھا: "اباجان یہ میرے بھائی کی قبر ہے۔ جواب زندہ نہیں ہوگا!" یہ چھوٹا بچہ اس قبر میں پڑا ہے۔ مگر اس کے والدین آنسو بہا کر خوش ہوتے ہیں کہ اسکی روح بہشت میں ہے۔ غرض ایسے موقع پر بچوں کو لیجانے اور ایسے نظارے انکے سامنے پیش کرنے سے ہم نہایت کامیابی سے دینداری کے سبق کے ذہن نشین کرنے کی امید کرسکتے ہیں۔ معمولی گفتگو کی اگر جلدیں کی جلدیں بچوں کے سامنے ختم کیجائیں تو اس سے کئی گنا بڑھکر ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات سے دینداری

بچے کے دل پر نقش ہوتی ہے ۔

فرض کرو تم اپنے بچے کے ساتھ گھوڑا گاڑی پر سوار جا رہی ہو۔ گرمی کا موسم اور صبح کا سہانا وقت ہے۔ تمہارے سامنے سبز کھیت لہلہا رہے ہیں۔ اور پرند اپنے گیت خوش الحانی سے گا رہے ہیں۔ اور ہر طرف سے قدرت کی صناعی اور دانائی کی آوازیں آ رہی ہیں تم کسی بلند مقام پر چڑھ گئی ہو۔ جہاں سے ارد گرد کے مختلف و دلفریب نظارے اچھی طرح نظر آ رہے ہیں۔ کیا تم اسوقت اس میں کامیاب ہو گی کہ اپنے بچے کا دل ان دلفریب نظاروں اور پھر ان سے خدا کی طرف رجوع کرو جسکے حکم سے یہ سب باتیں ظہور پذیر ہوئیں؟ اور کیا اسطرح تم نہایت مؤثر طریق اسکے خیالات آسمان کیطرف نہیں لیجا سکتیں؟ کیا ایسے موقع پر ایک والدہ یا دائی زبان اس فصاحت سے بچہ کے دل پر اثر نہیں کر سکتی جو معبدوں اور درسگاہوں میں بالکل معدوم ہے؟

مسرت اور خوشی سے ایسے موقع مہیا کرنے سے تم بچہ کے دل پر ایک ایسا اثر پیدا کر سکتی ہو جو آئندہ کبھی زائل نہ ہو۔ تم زندگی کے سدا التغیر پذیر حالات سے عبادت کے خیالات ایسے منسلک کر سکتی ہو کہ روزمرہ کے واقعات ہی سے بچہ کا دل خدا کی طرف پھر جائیگا۔ طوفان کا زور شور۔ بیماری کی گھڑی۔ مردے کا جنازہ ایسی چیزیں ہیں جنکو دیکھکر بعد میں اسکو فوراً اپنی والدہ کی تربیت اور دعا یاد آ جائیگی۔ اسکے بعد اگر اتفاقاً تمہارا بیٹا کسی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو یا سمندر پر ہو۔ اسکا دل بے اختیار اس صانع حقیقی کیطرف مائل ہو جائیگا۔ جو بحر و بر پر حکومت کرتا ہے اور پہاڑ جسکی صنعت ہیں۔ ایسے موقعوں پر جنہیں دل پر ایسا زندہ اور مستحکم اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ خدا کی نسبت جو خیالات ہوں بہشتی خیالات سے منسلک کرنے کی کوشش کرو۔

میں خود کبھی وہ اثر نہ بھولونگا جو خود میرے دل پر ایک بہت ساوی کیفیت سے پیدا ہوا تھا اور وہ اثر ایسا تھا کہ بلحاظ معمولی اسباب کے میں کسی اور طرح

اسکو ایک گھنٹہ بھی یاد نہ رکھ سکتا۔ جس اصول پر ہم فی الحال غور کر رہے ہیں اس کی
سب سے عمدہ توضیح یہ کرتا ہے۔ میں ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ اس
سے وہ ضد دور ہوگئی تھی جو میرے دل میں تھی۔ اپنے عین عالم طفلی میں ایک دن
میرے والد نے مجھکو ایک چھوٹی سی گیند دی جس پر چمڑہ چڑھا تھا۔ اور جو کہ معمولی کھیلنے
کی گیندوں کی طرح تھا۔ ایک روز ہفتہ کی صبح کو میں مدرسہ میں اس سے کھیل
رہا تھا۔ کہ یہ چہار دیواری سے باہر جا پڑی اور گم ہوگئی ہم ایک عرصے تک اس کو
لاحاصل تلاش کرتے رہے۔ میرے واسطے گیند کا ضائع ہونا ایسا ہی تھا جیسا کہ
ایک شخص کے واسطے اسکی آدھی دولت کا گم ہو جانا۔ میں گھر گیا اور والدہ کے
سامنے اپنا دلی رنج و الم سب بیان کیا۔ اس نے میری تسلی و تشفی کرنے کی کوشش
کی مگر مجھکو یاد نہیں کہ اسکا کیا اثر ہوا۔ رات کے وقت میں نے اپنے غم و الم میں
خدا سے دعا مانگی۔ دوسرے روز تعطیل تھی اس روز صبح سے لیکر شام تک میں
دینیات کی کتابیں پڑھتا رہا اور معمول سے زیادہ مجھکو خوشی حاصل ہوئی۔ دوسرے
روز جب میں مدرسہ جا رہا تھا تمام راہ میں میرا خیال اُسی گیند کی جانب لگا رہا جب
میں مدرسہ میں پہنچا۔ اتفاقیہ چہار دیواری پر چڑھکر میں نے پاس کے کھیت میں نگاہ
ماری اور جس جگہ پہلے دن ہم سب بیفائدہ گیند کی تلاش کرتے رہے تھے۔ وہاں
پہلے ہی پہل جس چیز پر میری نگاہ پڑی۔ وہ میری گیند تھی جیسا کہ بچوں کا قاعدہ ہے
مجھکو اس پر لا انتہا خوشی و خرمی حاصل ہوئی۔ دوپہر کو خوشی خوشی گھر دوڑتا ہوا والدہ
کے پاس گیا اور یہ سمجھکر کہ یہ بھی میری خوشی میں شریک ہوگی اسکو تمام ماجرے سے
اطلاع دی اسنے میرے ساتھ بہت ہمدردی کی اور کہا۔ بیٹا تم جانتے ہو کہ کل تم
دینیات کی کتابیں پڑھتے رہے تھے اور خدا کا خیال تم کو سارا دن رہا تھا۔ اور
باوجود اسکے کہ تمہاری گیند گم ہوگئی تھی کل تم خوش و خرم بھی رہے تھے اور اب گیند
بھی تم کو مل گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تم خوشحال اور شادمان اور اقبالمند
بننا چاہتے ہو۔ تم کو خدا سے لو لگانی چاہئے۔ اب ہم یہاں یہ نہیں پوچھنا چاہتے کہ

آیا یہ ماجرا خاص طور پر سچا ہے۔ لیکن علی العموم یہ صحیح ہے مگر پھر بھی بہت سے اسپر شک کرینگے۔ لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طور پر والدہ نے مجھ سے گفتگو کی۔ یہ میرے دلپر اسقدر مستحکم نقش ہوگئی کہ ہرگز محو نہیں ہو سکی۔ میری اس عمر کے تمام اور واقعات میری یاد سے اتر گئے ہیں مگر یہ اب تک تازہ ہے اور مدت العمر تک تازہ رہے گا۔ اسی کے باعث میں خدا کی عبادت کا اکثر بہت پابند رہا ہوں۔ اور اسوقت میرے دلپر اسکا اثر معلوم ہو رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ اور اسکے ساتھ ہی اسکی عبادت کا خیال اسقدر مجھ میں سرایت کر گیا ہے۔ کہ جب وقت آتا ہے بے اختیار مجھ کو یہ یاد آجاتا ہے۔ غالباً ہر ایک ناظر اپنے دل میں ایسے واقعات یاد کر سکتا ہے جنکا بہت ہی اثر اسکے دل پر پڑا ہو۔ اگر والدہ ایسے موقعے مہیا کرنے کی خواہاں اور کوشاں رہے گی۔ تو اس طور پر یہ مذہب کو ایک ناگوار اور ناپسندیدہ مضمون نہ ہونے دیگی ؛

شاید ہی بمشکل دنیا میں کوئی ایسا شخص دینداری کا مخالف اور ابدی زندگی سے بے خبر ہو جو کبھی نہ کبھی مذہبی گفتگو نہ سنے۔ ایک دیندار شخص ایک بار ایک جہاز پر سوار تھا۔ ایک لڑکا اس جہاز پر نوکر تھا۔ اور بار بار اسکی بدزبانی اور بیہودہ کلامی اس شخص کے کان میں آتی اور اسکا دل دکھتا۔ اس دیندار شخص نے ارادہ کیا کہ کوئی موقع ملے تو یہ اس سے گفتگو کرے۔ یہ موقع تاکتا رہا۔ چنانچہ ایک روز شام کو یہ شخص تختہ جہاز پر ایک رسی کا گٹھا اپنے سر کے نیچے رکھے اور کپڑوں میں لپٹا پڑا ہوا تھا۔ اور عجائبات بحر اور اسکے حسن قدرت کو دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ ہوا چل رہی تھی جس سے طبیعت کو مسرت اور روح کو تفریح حاصل ہوتی تھی۔ سمندر لہریں مار رہا تھا۔ اور چاند کی روشنی کا عکس ان میں جھلملا رہا تھا۔ ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں قدرت کی قندیلیں لٹک رہی تھیں انکی روشنی میں ایک بادل بھی حائل نہ تھا۔ یہ لڑکا اس شخص کے پاس ہی کھڑا ہوا ایک رسی درست کر رہا تھا۔ پہلے ان دونوں میں کسی معمولی مضمون پر گفتگو ہوئی۔ پھر

اس شخص نے نہایت آسانی سے اس لڑکے کی توجہ ستاروں کی طرف مبذول کی۔ علم ہیئت کے چند سبق سکھائے جس وقت اس شخص نے بیان کئے اس لڑکے کا اشتیاق اور تعجب دمبدم بڑھتا گیا۔ اور اسطرح اسکا دل آسمان کے راستے پر ڈال دیا گیا ۔

بعض وقت یہ شخص اس لڑکے کو وہ مسرتیں اور شادمانیاں سنانے لگا جو خداوند تعالیٰ نے نیکبختوں کے واسطے دوسری دنیا میں رکھی ہیں۔ لڑکا برابر ٹکٹکی باندھے ہوئے ستاروں کو دیکھتا رہا ۔

اس نے دم بخود ہو کر اور اپنے خیالات مجتمع کر کے اس شخص کی گفتگو سنی جو اس کے سامنے خداتعالیٰ کی میزان عدالت کی خوفناک تصویر کھینچ رہا تھا۔ اس اثناء میں اسکا دل اسقدر تیار ہو گیا تھا کہ اسکو صاف صاف اسکے گناہ جتلائے جاتے چنانچہ ایسا کیا گیا اور جو اثر اس شریر لڑکے کے دل پر پڑا وہ بلا شک وشبہ بہت ہی زبردست تھا مگر اس شخص کو اس امر سے تحقیق ہونے کا موقعہ نہ ملا کہ آیا یہ اثر پائدار تھا یا نہیں مگر شام کی سہانی اور خاموشی اور نظارہ کے مؤثر ہونے کی بدولت لڑکے کی لطیف طبیعت موجودہ وقت کے واسطے اس میں کچھ شک نہیں کہ متزلزل ہو گئی تھی۔ اسکے رضامند دل کو دینی تعلیم دی گئی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بعد میں جو رات کو اپنی زندگی کے وقت آسمان کی طرف ستاروں کو دیکھیگا اور خدا کے عدل کا ضرور خیال کریگا ۔

والدہ کو اس قسم کے موقعے کسقدر اکثر مل سکتے ہیں۔ اور یہ خوبی نہایت دلچسپی سے اپنے بچہ کو دینی تعلیم دے سکتی ہے۔ اور اسکا دل نہایت مؤثر کر سکتی ہے ۔

۵۔ نامناسب موقعوں سے احتراز کرو۔ ایسے موقع بھی آتے ہیں جب مذہبی باتوں سے بہت ضرر پہنچتا ہے۔ تمہارا بچہ فرض کرو ناراض ہے۔ اسکے پیشانی سے سرخ چہرے اور شعلہ آمیز نگاہ سے اسکے دل کا پر گناہ غضب ظاہر ہو رہا

سبب ہے۔ بلکہ والدہ کو چاہئے کہ اسوقت اپنے خیالات کی برائی اور خداوند تعالی کی خوشنودی کا بچہ کے سامنے ذکر کرے؟ نہیں۔ یہ حرکت بے وقت ہے! اس وقت بچہ سے اس قسم کی گفتگو کرنا ایسا ہے جیسے کسی متوالے نشے میں چور یا دیوانہ سے بات کہنا ہے۔ اسکو کسی ایسے طریق سے سزا دو جس سے اسکا دل بیقرار ہو اور خود یہ اسکی وجہ سے غور و خوض کرنے لگے جب تک منتظر رہو جب تک یہ جذبات سرد ہو جائیں۔ اور پھر اسکے عیوب اس سے بیان کرو۔ اور اسکو اسطرح پشیمان کر کے اس سے توبہ کراؤ۔ اسکے بستر کے قریب دو زانو ہو کر کمرے میں چپ چاپ شام کے سنسان سماں میں بیٹھو۔ جب اسکا دل درست ہو۔ جذبات زائل ہو بغالب نہ ہوں۔ اسوقت یہ تمہاری گفتگو سنے گا۔ اور ممکن ہے کہ اسکا دل موم ہو جائے اور آئندہ کے واسطے تائب ہو۔

خوشگوار تحریکوں سے بچہ بہت کچھ پرجوش ہو جاتا ہے۔ اسکی توجہ اس کے حظ و لطف کی چیز میں اسقدر سر بسر محو ہوتی ہے کہ کسی اور چیز کیطرف اسکے خیالات پھیرنا بالکل ناممکن امر ہے۔ اب اگر ایسی حالت میں تم کوشش کرو کہ اس کے دل پر انسانی شادمانی اور خوشی و خرمی کی بے ثباتی نقش ہو جائے۔ اپنے گناہ اور خدا تعالی کی خوشنودی کی ضرورت کا اسے یقین ہو۔ تو تمہاری یہ کوشش صرف بیکار ہی نہ جائیگی۔ بلکہ یہ مضمون ہی اسکو ناگوار گذریگا۔ اور اسکے دل میں اسکی طرف سے نفرت اور حقارت پیدا ہو جائیگی۔ ایسے موقع بھی ہوتے ہیں۔ جب دل نہایت شکرگزاری سے مذہبی تعلیم قبول کرنے کے واسطے تیار ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں کو ترقی دینی چاہئے۔ علاوہ ازیں بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دل اسقدر سراسر ایک چیز میں مستغرق ہوتا ہے کہ کوئی اور چیز اسکے سامنے پیش کرنا بالکل بے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر تم مذہب کو ناگوار مضامین میں شامل کرنا اور بچہ کے دل میں اسکی طرف سے دشمنی نفرت اور حقارت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ تو ایسے موقعوں پر کبھی اس مضمون کو پیش نہ کرو۔

اگر کوئی شکاری کسی جنگل میں جا نکلے۔ اور چلتے چلتے بندوق بھر تا جائے۔ اور بے نشانہ گولیاں چلائے۔ تو اس میں شک نہیں۔ ممکن ہے کہ اتفاقاً کوئی شکار بھی اس طرح اسکے ہاتھ آجائے۔ لیکن نہایت ہی یقینی یہ امر ہے کہ وہ شکار کو بجائے مارنے کے خوف زدہ کر دیگا۔ اسیطرح اگر کوئی والدہ اندھا دھند اور بے سوچے سمجھے اپنی گرم جوشی میں آکر لگاتار ہمیشہ بے موقع باتیں کرتی رہے۔ تو اتفاقیہ ہی شاید اس کا مقصد بر آئے۔ مگر اکثر یہ ہوگا کہ اس سے مخالفت پیدا ہو جائیگی۔ اور بجائے اسکے کہ بچہ تائب ہو کر خداوند تعالیٰ کا فرمانبردار بنے۔ اسکے دل میں بغاوت استحکام پذیر ہوگی۔

لمبی اور چوڑی اور اکتا دینے والی گفتگو سے احتراز رکھو۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کسی بچہ کا دل ایک عرصے تک ایک مضمون پر مبذول رہے اور اکتا نہ جائے۔ جب بچہ کی طبیعت اکتانے لگے اسکے بعد اگر ایک لفظ بھی کہا جائیگا تو اس سے بجائے فائدے کے ضرر پہنچے گا۔ اگر والدہ صرف اپنا ہی انصاف کام میں لائے اور خود اپنے ہی مشاہدے سے دانائی اخذ کرے۔ تو اسکو بہت جلد اپنی تربیت کو موافق بنانے کا وہ ملکہ حاصل ہو جائیگا۔ جو سب سے بڑھکر بچہ کے دل کو ترقی دیگا۔ ذاتی غور و پرداخت اور خبرداری اور نگاہداشت پر کسی قاعدے کو ترجیح اور فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

باب ہفتم

بقیہ دینی تعلیم

تم کو لازم ہے کہ اپنے بچہ کے ساتھ خدا کی عبادت کرو۔ اور یہ والدہ کا فرض ہے کہ صرف اولاد ہی سے عبادت نہ کروائے بلکہ انکے ساتھ ملکر خود عبادت کرے تم کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کے واسطے انکے سامنے دعا مانگو۔ انکو یہ دکھلا دو کہ تمہاری دلی خواہش یہ ہے کہ یہ گناہ سے بچے رہیں۔ اور خدا کے حضور میں جانے کے

واسطے تیار رہیں۔ جو خیالات کہ والدہ کے دل میں جوش زن ہیں۔ وہ بہت جلدی سے
کسی قدر بچہ کے دل میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ عبادت اور دعا کے نظارے
ایسے ہیں۔ جو عرصہ دراز تک یاد رہتے ہیں۔ اور اگر تمہاری کوششوں اور دعاؤں
کا نتیجہ تمہاری اولاد کے اوائل عمری ہی کی دینداری نہ نکلے۔ تاہم یہ نظارے
اسکے حافظے پر نقش ہو جاوینگے اور کبھی محو نہ ہونگے۔ وہ بعد میں اسکو گناہ میں غرق
ہونے سے بچا لینگے۔ اور ضمیر جو انکی امداد سے اسکی آواز بلند تا ہے اسے پشیمان
ہونے اور بخشش اور نیکوکار بننے کے واسطے کہیگا۔ ایک شخص کا ذکر ہے جو
اپنی لیاقت دانائی اور عظمت میں مشہور تھا۔ اور جو کہ بڑا ذی رتبہ اور عالی
حیثیت تھا مگر ساتھ ہی اوباش۔ عیاش پرلے درجہ کا تھا۔ ایک روز شام
کو جب قمارخانے میں اپنے یار دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ غیر معمولی طور پر
غمگین اور اندوہناک نظر آیا۔ اسکے دوستوں نے اسکی وجہ اس سے پوچھی۔ اسنے
خود بھی کوشش کی کہ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی ہنسی مذاق سے جیسا کہ اسکا [illegible]
رکھتا تھا۔ اس غم و اندوہ کو دور کرے۔ مگر چند لمحہ بعد پھر اسی طرح غمگین اور پژمردہ
نظر آنے لگا۔ اور کسی عجیب پیچ و خوض میں مستغرق ہو گیا۔ اسپر اسکے دوستوں نے اس
سے استقدر مذاق کیا اور طعنے دئے کہ بیچارہ سخت لاچار ہو گیا۔ اور آخر کار انکے
ہنسی ٹھٹھوں پر ان سے کہنے لگا۔ تمہیں پتہ نہیں ہے کہ یہ اشتیاق مجھکو اپنی والدہ
کی وہ دعائیں بار بار یاد آتی ہیں۔ جو وہ میرے ایام طفولیت میں میرے واسطے
خدا کی جناب میں مانگا کرتی تھی۔ گو میں استقدر سنجیدہ ہو گیا ہوں۔ مگر پھر بھی
ایام طفولیت کے اثر جو میرے دل پر ہیں میں انکو مٹا نہیں سکتا۔ یہ ایک ایسا شخص
تھا جو اعلیٰ درجہ کا تعلیم یافتہ تھا۔ اسکی قابلیت اور لیاقت اسکی فضیلت کے درجہ
پر پہنچی ہوئی تھی۔ کیا وجہ اسکے اوباشی و عیاشی کے اسنے اسکو ذی رتبہ اور عالم
بنا رکھا تھا۔ گو عادت [illegible] مغرور المزاج اور تکلیف کا مجموعہ اور اوباشی اور
بدکاری اسکے دل سے دور مٹا سکے۔ جو اسکی والدہ کی دعاؤں کا اثر پڑا تھا۔ اسکی

والدہ کی آہستہ آواز بے باکی اور ہنسی اور بدکاری کے شور و غل سے بلند ہوکر اسکے کان میں آرہی تھی۔ اسکی شفیق اور پرہیزگار اور دیندار والدہ گو فوت ہوچکی تھی۔ مگر اینک گویا وہ اپنے بدکار اور گمراہ فرزند کے کان میں اسکو نصیحت کر رہی تھی۔ اس نمونہ کی ضرورت کے ثابت کرنے کے واسطے ہم بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں چنانچہ ذیل کی حکایت بالکل مناسب ہے اور اس نمونہ کو پکا ثابت کرتی ہے اور جس سے ایسی ترغیب ہوتی ہے کہ ہم اسکے بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

چند سال گذرے کہ ایک بدکار شخص انگلستان سے امریکہ پہنچا۔ اور وہاں ایک شریف آدمی کے نام اپنی سفارش کا خط بھی لایا۔ یہ نوارد شخص ایک صاحب کمال اور ذی علم تھا۔ مگر پکا بے دین اور لامذہب۔ جس شریف آدمی کے نام یہ سفارشی خط لایا تھا۔ وہ اسکے برعکس پورے درجہ کا دیندار متقی پرہیزگار اور حق پرست تھا۔ اس شخص نے نوارد کو اپنے یہاں مہمان رکھا۔ اور جہانتک ممکن ہوسکا اسکے ساتھ خوش خلقی اور مہربانی سے پیش آیا۔ شام کے وقت میزبان چونکہ اپنے مہمان کے خیالات سے واقف تھا سو چپ رہا اپنے کنبہ کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے لگا اسنے اس سے کہا کہ اگر آپ کی خوشی ہو تو ہمارے سب کے ساتھ عبادت میں شریک ہوجئے ورنہ دوسرے کمرہ میں اگر مرضی ہو تو چلے جائیے۔ اس نوارد شخص نے اپنی خوشنودی ظاہر کی کہ عبادت میں شریک ہونگا چنانچہ تمام کنبہ نے اس مہمان کے ساتھ مل کر خدا کی عبادت کی۔ چند روز بعد مہمان میزبان سے رخصت ہوکر ایک جہاز پر سوار ہوا اور کسی دوسرے ملک کو سدھارا۔ تین برس بعد [illegible] حسن اتفاق سے خدا تعالیٰ نے اس شخص کو پھر اسکے پرانے میزبان کے گھر سے آیا مگر اب اسکا کیسا متغیر ہوگیا تھا یہ اس دفعہ پکا دیندار متقی اور پرہیزگار بنکر قدیم میزبان کے گھر آیا۔ شام کے وقت دوران گفتگو میں اسنے بیان کیا کہ پہلی مرتبہ جب میں آیا تھا اور ان سب کے ساتھ عبادت میں شریک ہوا تھا۔ تو یہ بڑا ہی [illegible] تھا کہ ایک عرصہ دراز کے بعد اس نے اپنے خالق اکبر کے سامنے گردن جھکائی تھی۔ اس اندر سے اسکے دل میں وہ پرانی باتیں معتقد

بہ کثرت تازہ ہوگئیں اور اسقدر صاف طور پر اسکو اپنی والدہ کی دعائیں یاد آگئیں کہ یہ سر بسر گھبرا گیا۔ اسکا جوش اسقدر بڑھ گیا کہ گو اسنے عبادت کا لفظ تک نہ سُنا مگر خدا نے اس امر کو اسے اپنے حضور میں لانے کے واسطے ایک آلہ بنادیا۔ اور یہ اس طرح خوش و خرم ۔ متقی اور دیندار بن گیا ۔ مجھہ کو یقین ہے کہ اسکے والدین عرصہ دراز سے اپنے آخری گھر میں آرام کر رہے تھے ۔ مگر جو دعائیں انہوں نے اپنے بیٹے کے واسطے مانگی تھیں اور جو عبادت اسکے ساتھہ ملکر کی تھی ۔ اسکا اثر ایسا ہوا تھا جو زائل نہ ہو سکتا تھا۔ یہ اگر صرف اسکے واسطے دعا مانگتے ۔ مگر اسکے ساتھہ ملکر عبادت نہ کرتے ۔ اگر یہ اسکے ساتھہ وہ زانو خدا کے حضور میں نہ جھکتے ۔ تو غالباً انکا فرزند ساری عمر بے دین اور لامذہب رہتا ۔

عبادت میں بہت اثر ہے ۔ خدا تمہاری دعا سنتا ہے اور تمہاری التجا کا جواب دیتا ہے ۔ مگر یہ فعل وہ اُن قوانین کے مطابق کرتا ہے ۔ جو اسنے مقرر کر دیئے ہیں ۔ یہ قیاس کرنا نادانی اور جہالت ہے کہ وہ اپنے قوانین کی خلاف ورزی کریگا ۔ یہ انکے مطابق ہر ایک فعل کرتا ہے اور ہم کو چاہئے کہ ہم اپنی تمام کوششوں کو دل کی معلومہ عادات کے مطابق اور موافق بنائیں ۔ اور وہ اغراض پیش کریں جنہیں اثر کرنے کی قابلیت ہو ۔ مذکورہ حکایت میں خدا نے دیندار والدین کی دعا قبول کر لی تھی مگر اسکے واسطے ایک ذریعہ بنا دیا تھا جسکی معرفت اسنے ان کی دعا کو قبول کر کے اپنی رحمت انکے بیٹے پر نازل کی ۔

اپنے بچوں کو سکھلاؤ کہ خود عبادت کریں ۔ بچے کو کوئی حمدیہ راگ بر زبان کرا دینا اور بات ہے اور خود اس سے خدا تعالیٰ کی عبادت کرانا دوسری بات ہے ۔ تمکو چاہئے کہ اس کو اس امر کا عادی بناؤ کہ یہ خدا تعالیٰ کی اُن نعمتوں اور شادمانیوں کا شکریہ ادا کرے جو اسنے ہمکو عطا کی ہیں اور جو قصور اسنے کئے ہیں انکی یہ معافی مانگے بچے کا دل خاص خاص باتوں پر مائل ہوتا ہے ۔ عام باتوں پر نہیں ۔ یہ کہدینا تو بڑی آسان بات ہے کہ ہم گناہگار ہیں ۔ مگر اپنے گناہوں کو مفصل اور واضح بیان کرنے کے واسطے لازم ہے کہ انسان میں نہایت اور پرلے درجہ کی انکساری اور عاجزی ہو ۔ اور خدا

کے فضل وکرم کو عام طور پر تسلیم کرنے کا اثر یہ نسبت اُسکے خاص خاص رحم وکرم کے زیادہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ تم اپنے بچہ کو یہ سکھلاؤ کہ یہ روزمرہ کے واقعات پر شام کو نظر ڈالا کرے۔ اسکو خدا تعالی کے اُس فضل وکرم کی جو اسنے اسپر کیا ہے۔ اور اُن گناہوں کی جو اُسنے خود کئے ہیں یاد دلانی چاہئے۔ اور اسکو سکھلانا چاہئے۔ کہ اول الذکر کے واسطے خدا تعالی کا شکریہ ادا کرے۔ اور آخر الذکر کے واسطے اس سے معافی مانگے۔ فرض کرو کہ والد ایک دور دراز اور مدت مدید کے سفر سے واپس آیا ہے اور اس روز شام کو بچہ غیر معمولی خوشی اور خرمی میں ہے۔ اب تم کو بچہ کو جتلانا چاہئے کہ یہ خدا ہی تھا جسنے اسکے باپ کی اور نیز اسکی ابتک حفاظت کی اور جو کہ اسکے والد کو سفر سے بخیر و عافیت واپس لایا۔ اور اسطرح اسکے دل میں شکر گزاری کا مادہ پیدا کرکے اسکو کہو کہ یہ خود اپنی بھولی بھالی اور سادی زبان سے اس کریم کارساز کا شکریہ ادا کرے اس طور پر جب بچوں کو بڑے بڑے امور کیطرف توجہ ہوگی اور پھر رفتہ رفتہ خدا تعالی کی بخشش کیطرف مبذول ہوگی۔ تو انکو صرف عبادت ہی کرنے میں آسانی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ انکے دل پر نہایت مضبوطی پر خدا پر توکل کرنے کی عادت نقش ہوجائیگی۔ زندگی کی معمولی برکتوں کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ فرض کرو بارش ہورہی ہے۔ اب بچہ کو بتلاؤ کہ خدا تعالی کا فضل وکرم ہی پانی برسا رہا ہے۔ اسکو یہ جتلا دو کہ خداوند تعالی ہی مینہ برساتا ہے تاکہ اسکی مخلوق کو خوراک ملے۔ فرض کرو کہ رات ہے۔ بچہ کو وہ خوفناک نتائج بتلاؤ کہ جو اس حالت میں پیدا ہوں اگر خدا تعالی پھر کبھی آفتاب طلوع نہ کرے فرض کرو بچوں نے ادنی کپڑے پہنے ہیں۔ انکو بتلاؤ کہ کسطرح خدا تعالی اون پیدا کرتا ہے تاکہ اسکے بندے اسکے کپڑے بناکر پہنیں۔ ہر ایک والدہ ایسے بے شمار امور بچے کے سامنے پیش کرسکتی ہے۔ جس سے اسکے میدان خیال کو وسعت ہو۔ خدا کا علم اس میں ترقی پذیر ہو۔ شکر گزاری کا مادہ اسکے دل میں پیدا ہو۔ اور عبادت میں اسقدر آسانی ہو کہ یہ مدام اسکا عادی ہوجائے۔ اور اسکو ایک ذریعہ تحصیل سمجھنے لگے یہ نہ سمجھے کہ اسکے واسطے اسقدر علم و آگاہی کی ضرورت ہے۔ جو

نشاذ و نادر ہی کسی والدہ کو حاصل ہوتی ہو۔ اصلی مشکلات جنکو پیدا کرتا ہے وہ یہی ہیں کہ
بہت سی مائیں یہ شکایت کرتی ہیں کہ انکے پاس اسقدر کافی وقت نہیں ہے۔ لیکن
وہ والدہ جو اس امر کو جیسا کہ چاہئے ضروری سمجھتی ہے۔ اسکو اسکے پورا کرنے کے
واسطے وقت ملجائیگا۔ خواہ اسکو کوئی اور کام کتنا ہی ضروری ہو جو اسکو اس فرض سے
غافل رکھے گی۔ دس منٹ اسکیلئے کافی ہو۔ اور یہی طریقہ بچہ کو گناہ کا اقراری کرانے میں کام میں
لانا چاہئے۔ خدا کی رحمتیں اسکو جو تم آسانی سے اسے یقین دلا سکتی ہو کہ اسکے
واسطے کیا حق شکر گزار ہونا کیسا ضروری ہے۔ فرض کرو کہ دن کو اسنے جھوٹ بولا
ہے۔ یا تمہاری نافرمانی کی ہے۔ یا غصہ ہوا ہے اس گناہ کی برائی اسے جتلا دو اور
اسکو سکھلاؤ کہ خدا کے سامنے اپنے گناہ کا یہ اقرار کرے اور اس سے معافی کا خواستگار
ہو۔ بالفرض تمہارا بچہ غضبناک ہے اور اسنے اپنی ہمشیرہ کو مارا۔ قبل اسکے کہ یہ سو جائے
تم اسے اسکا گناہ یاد دلاؤ۔ اور اسے جتلا دو کہ خدا کی نظروں میں یہ کسقدر شرارت تھی اور کس
قدر یہ حرکت اسکی ناراضگی کا موجب ہوتی ہے۔ جب ایسی تربیت ہوگی تو ہر ایک
بچہ معافی مانگنے کا خواہاں ہوگا۔ اور غالبا کوئی ایسی دعا مانگیگا۔ اے خدا! میں نے
آج بڑی شرارت کی ہے میں نے اپنی ہمشیرہ کو مارا۔ میں بہت غمگین ہوں۔ اور پھر
کبھی ایسا نکرونگا۔ اے خدا مجھکو اپنے فضل و کرم کے طفیل اپنی رحمت سے
معاف کر دے۔ جب یہ ہو جائے تو والدہ کو چاہئے کہ خود اسکے پلنگ کے قریب دوزانو
ہو کر اپنے بچے کے گناہ کا اقرار کرائے۔ اور دعا مانگے کہ خدا اسے معاف کرے۔
اور غالبا جس مقصد کے واسطے دعا مانگی جائیگی وہ پورا ہو جائیگا۔ گناہگار آیندہ اپنے
گناہ سے توبہ کریگا اور پشیمان ہوگا اور خدا اسے معافی عطا کریگا۔ لہذا انہی وجوہات کو
مد نظر رکھکر یہ بہت ضروری ہے کہ بچہ خود اپنے الفاظ میں اپنی زبان سے اپنے خیالات
ظاہر کرے۔ اور محتاط والدہ اپنے بچہ کو اس دنیا میں متانت سکھلانے اور دوسری
دنیا میں خوش و خرم اور شادمان رہنے کے لئے اس امر کو ایک آلہ بنا سکتی ہے۔
۵- یہ امید رکھو کہ تمہارا بچہ پکا دیندار بنے گا۔ وہ دل جس میں غم و شفقت کا مادہ

پیدا ہو سکتا ہے۔ اس قابل ہے کہ تائب ہو اور خدا سے الفت کرے۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ اوائل عمری میں بچہ میں دیندار بننے کی پوری پوری قابلیت ہوتی ہے۔ اور نہ اس میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے کہ اسی زمانہ میں بچے کے دل پر بہت جلد اثر پڑ سکتا ہے اور دنیاوی محبت اسکے دل پر ایسی مستحکم نہیں ہوتی کہ اسکا دل آسانی سے خدا تعالیٰ کی طرف نہ پھر سکے۔ اور جو امور کہ روزمرہ مشاہدے میں آتے ہیں ان سے بہت ترغیب ملتی ہے۔ پانچ اور چھ چھ سال کے بچوں نے خدا کی الفت کی بہت ہی طمانیت بخش ثبوت دئے ہیں۔ انہوں نے تکلیف برداشت کی ہے۔ اور موت کے سائے میں چلے گئے ہیں۔ مگر مذہبی اطمینان اور تسلی کا دامن نہیں چھوڑا۔ ایسے واقعات اسقدر بیشمار پیش آئے ہیں کہ انپر یقین نہ کرنے کا عذر قابل سماعت نہیں۔ اور تاہم خوف ہے کہ بہت سے والدین اپنی ذمہ داری اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ انکے دل میں یہ یقین جاگزین ہوتا ہے کہ انکے بچہ کو پہلے سن بلوغت کو پہنچنا چاہئیے پھر یہ خود گناہ سے تائب ہو جائیگا اور خدا تعالیٰ سے محبت کرنے لگے گا۔ لیکن وہ والدہ جسکے دل میں ایسے خیالات بیٹھے ہوتے ہیں۔ اپنے بچے سے نہایت ہی بیرحمی اور ناانصافی کرنے کی مجرم ہے۔ اسکے واسطے یہ امر قریباً ناممکن ہے کہ جب تک ... سے کامیابی کی امید نہ ہو یہ اپنی کوششوں میں وفادار خبردار اور محتاط رہے۔ ہر ایک والدہ کو چاہئیے کہ مذہبی تربیت کا فرض جو اسکے بچہ کا اسکے ذمہ ہے اس سے سبکدوش ہو۔ اور یہ اعتقاد رکھے کہ خدا تعالیٰ اسکی کوششوں میں مدد کریگا۔ اور اگر اسکا بچہ ابتدائی عمر ہی سے دینداری کا اظہار نہ کرے۔ تو اسے سمجھنا چاہئیے کہ قصور خود اسی کا ہے۔ بچہ کو بہ نسبت اس شخص کے دیندار بنانا زیادہ آسان ہے جو برسوں تک گناہ میں غرق رہا جسکی عادات مستحکم ہو گئی ہیں۔ اور جو کہ ایک عرصہ دراز تک اس ناپائیدار دنیا پر دلدادہ اور مفتون رہا ہو۔ لہذا تم کو چاہئیے کہ اپنے بچہ کو اس عمر میں تربیت کرو اور دیندار بناؤ کہ اسکے دل پر کوئی خیال اس سے پہلے اپنی حالت کا باقی نہ رہ سکے۔ اس بارے میں تم کو خفیف سی ہی کوشش کرنی ہوگی

بچہ اپنی پشیمانی اور توبہ کو آنسو ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے اور اندوہناک دل سے ظاہر کریگا نہ کہ اس روح کی تکلیف سے جس سے وہ شخص توبہ کا اظہار کیا کرتا ہے۔ جو گناہ میں ایک عرصہ دراز تک پھنسا رہا ہے۔

بعض اوقات اسطور پر بہت ضرر ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص دیندار بنتا ہے تو اسوقت بہت زور دیا جاتا ہے۔ گذشتہ خیالات دیندارانہ چال چلن کے واسطے بہت ہی غیر یقینی آزمائشیں ہیں۔ لہذا ہم کو سب سے بڑھکر اسکے موجودہ چال چلن اور اطوار کی تحقیق کرنی چاہئے۔ یعنے آیا اب اسوقت اسکی حالت زندگی مذہبی قواعد کے مطابق ہے؟ کیا اب اسکے دل پر انکساری۔ توبہ اور شکرگزاری کا اثر پڑا ہے؟ کیا اب جو اسنے خدا کی فرمانبرداری کا ارادہ کیا ہے وہ مستحکم ہے؟ اگر اسوقت آفتاب ہمارے سر پر اچھی طرح روشن ہے تو اس امر کی تحقیق کرنا فضول ہے کہ کس وقت یہ طلوع ہوا۔ بہت سے دیندار ایسے ہیں جنکو وہ زمانہ مطلق یاد نہیں جب ان کی حالت زندگی میں یہ تغیر واقع ہوا تھا۔ لہذا اس بارے میں بہت فکرمند نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ چنداں ضروری نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جب تم اپنے بچہ کی توجہ اس خاص وقت کیطرف مبذول کروگی۔ جب یہ دیندار بنا تھا۔ تو اس امر کا خطرہ ہے کہ یہ اس گھڑی کے فرضی تجربہ پر بھروسہ کرے بجائے اسکے کہ یہ اپنی دینداری اور توبہ میں معروف رہے۔ اور اسی واسطے ہر ایک والدہ کو چاہئے کہ جہاں تک اسکے امکان میں ہو۔ یہ اپنے بچہ کے دل میں گناہ کے غم کا جوش پیدا کرے اور اسکو خدا پر توکل کرنا سکھلائے۔ اور جب اسکو معلوم ہو کہ یہ خیالات بچہ کے دل پر نقش ہوگئے ہیں۔ اور اسکی زندگی میں رہنما بن گئے ہیں۔ تو اسکو دلیری اختیار کرنی چاہئے۔ اور خدا کا شکرگزار ہونا چاہئے۔ اسکو مادرانہ نگاہداشت سے ہمیشہ اپنی اولاد کو اغوا سے بچانا چاہئے۔ اور دینداری کے خیال کو اسکے دل میں زیادہ روشن کرتے رہنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ننھی سی جان تمہارے سپرد کی ہے۔ تو پھر کیوں نہ والدہ کو اعتقاد رکھنا چاہئے کہ اسکو اپنی کوششوں میں کامیابی ہوگی؟

کیا خدا نے وعدہ نہیں کیا ہے کہ جو کوئی اس سے درخواست کریگا اور دعا مانگے گا اُسپر یہ اپنی برکتیں نازل کریگا۔ اور وہ برکتیں کہ بجز انکے اور کسی چیز سے کسی کوشش میں کامیابی نہیں ہوسکتی؟ ہم روزمرہ جب ایسی کوششوں میں کامیابی دیکھتے ہیں۔ کیا ہمکو اسکی ترغیب نہیں ہوتی؟ بس پھر بے اعتقادی کو دل سے نکال دو کیونکہ یہی شک کرنا خدا کے وعدے پر اعتبار نہ کرنا ہے۔ اپنے بچہ کی تربیت کرو۔ اور اسکے واسطے دعا مانگو۔ اور پھر فی الفور برکت ربّانی کے منتظر رہو۔ اس طرح اغلب ہے کہ تمہارا دل اپنے بچہ کی اوائل عمری ہی میں دینداری دیکھ کر خرم و شاد ہوگا۔ اور تمہارا شکرگزار بچہ تا بہ زندگی تمہاری عزت اور ادب کریگا۔ اور پھر اپنے پیارے بچے سے تم کو آسمان پر ملک بہشت بریں کی شادمانی حاصل ہوگی۔ اوروں سے کبھی اپنے بچہ کی دینداری کا تذکرہ نہ کرو۔ اسطرح بہت ہی ضرر پہنچتا ہے۔ بچہ کو دراصل مذہبی کاموں میں بہت دلچسپی حاصل ہوتی ہے۔ اور اسکے دوستوں کو یہ ترغیب دینے کی گنجائش ہے کہ یہ دراصل ایک دیندار بنگیا ہے۔ اب یہ اسکا ذکر دوسروں سے کرتے ہیں۔ اور بہت جلد یہ عام طور پر مشہور ہوجاتا ہے۔ لوگ اسکی تعریف کرتے ہیں۔ اسے پیار کرتے ہیں اور اسکی خوشامد کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ بچہ اغوا کی بھڑکتی ہوئی بھٹی میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ہم اس قسم کی بہت سی دردناک مثالیں دے سکتے ہیں۔

ایک مورخ ایک مشہور انگریز دیندار کا حال لکھتا ہے: "اسکے خیالات کو اکثر اُن بیجا باتوں سے ضرر پہنچا کرتا تھا جو لوگ اسکی موجودگی میں کرتے تھے مگر دراصل یہ انکی ناانصافی اور نادانی تھی۔ اور نہایت ہی افسوس ہے کہ والدین اکثر اس میں کچھ شک نہیں کہ بغیر سوچے سمجھے دوسروں کے سامنے اسطور پر اپنے بچہ کی تعریف کرتے ہیں کہ اسقدر خودبینی۔ خودستائی اور نمود اس میں سرایت کرجاتی ہے جو اسکی سودمندی اور شادمانی کو تمام زندگی کے واسطے سخت ضرر پہنچاتی ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ جب ایسے اغوا کے عمل میں ہم آتے ہیں۔ تو

اصلی انکساری برقرار رہ سکتی ہے۔ اور جس شخص کا مذکورہ مثال میں ذکر ہوا گو خدا تعالیٰ نے اس بچہ کو بچالیا۔ تاہم شاذ و نادر ہی چند ایسے بچے ہیں جو بلا ضرر رہ سکتے ہیں ﴿

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے متقی اور پرہیزگار اور دیندار وں پر خوشامد کا اثر پڑتا ہے! تو کیا ایک بچہ اس بدی سے بلا ضرر رہ سکتا ہے؟ اگر ہم اس مضمون کو بالتفصیل بیان کریں تو یہ بڑا دردناک ہوگا۔ انکساری دینداری کا ایک جزو اعظم ہے۔ جسدم یہ بات دلپذیر نقش ہوجاتی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنا اور خدا سے الفت کرنا کوئی چیز اعلےٰ اور قابل تعریف ہے۔ اسیدم دل میں تکبر پیدا ہوجاتا ہے۔ ایسی باتیں کہی جاتی ہیں۔ اور ایسے کام کئے جاتے ہیں۔ کہ لوگوں کی توجہ مبذول ہو۔ عبادت کی جاتی ہے۔ اور دینداری کے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں مگر صرف نمود اور تعریف حاصل کرنے کے واسطے اور اس طرح بچہ خراب ہوجاتا ہے۔ لہذا اسکے خیالات کو عوام میں تشہیر نہ کرکے اپنے بچہ کو خراب ہونے سے بچاؤ۔ اپنے دل ہی میں اگھر میں بیٹھکر اس شعلہ پر خوش ہو جو اسکے دل میں تم نے دینداری کا مشتعل کردیا ہے اپنی حفاظت میں اسکو اصول کا اسکے کام اور چال چلن کا ثبات سکھلاؤ۔ بہ تدریج اسکو زیادہ دینداری کے تمام فرائض کا پابند کرو۔ اسکو انکساری سکھلاؤ۔ اسکی منکسرانہ مزاجی کو برقرار رکھو۔ اور اس طرح تم ایک تو اسکو منکسر مزاج اور ساتھ ہی خدا کا شفیق اور پیارا بندہ بناؤگے ﴿

باب ہشتم

نتائج

ابواب ماسبق میں غرض سے غافل رہنے کے خوفناک نتائج کا اکثر بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ اسکو مدنظر رکھکر بعض والدین ممکن ہے کہ ذوق اور دل برداشتہ ہوگئے ہوں گے۔ کیونکہ یہ نہایت ہی یقینی امر ہے کہ اولاد کی بدچلنی والدین کو نہایت ہی مصیبت اور تکلیف میں پھنسادیتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب

والدہ وفاداری سے اپنا فرض ادا کریگی تو اسکے نتائج معمولی برکتیں۔ شادمانیاں۔
اور وہ خوشی و خرمی ہونگے۔ جو بہ نسبت زمین کے آسمانی خوشی و خرمی سے بہت
کچھ ملتی جلتی ہے۔ انسان کا دل۔ جو مادرانہ تعلق سے شادمانی حاصل ہوتی ہے
بہ نسبت کسی اور خوشی و خرمی اور شادمانی کے زیادہ خوشگوار اور قبول کرتا ہے
کیا والدہ کو اسوقت کچھ خوشی حاصل نہیں ہوتی جب یہ اپنے شیرخوار بچے کو اپنے سینے
سے لگاتی ہے؟ کیا بچہ کے لب پر تبسم دیکھ کر کچھ فرحت اور بشاشت حاصل
نہیں ہوتی؟ بلاشک و شبہ نہایت ہی اوائل عمری سے بچہ کی والدہ کو وہ خوشی
حاصل ہوتی ہے جسکو کہ بجز اسکے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس بچہ کی غور و پرداخت
اور نگاہداشت ہی خوشی و خرمی ہے۔ اور جب تم ایام طفولیت کو عبور کر لیتے ہو
تو تمہارے دل میں چستی و چالاکی سرسرایت کر جاتی ہے اور فہم و ذکاوت حاصل
ہو جاتی ہے۔ تو کیا تمہارے دل کے واسطے نئے منبع خوشی و خرمی کے نہیں
کھل جاتے ہیں؟ کیا اپنے بچہ کی ہنسی اور قہقہہ سنکر تمہارا دل بشاش اور مسرور
نہیں ہوتا؟ جب یہ تم کو گرمجوشی سے بوسہ دیتا اور بغلگیر کرتا ہے تو تم کو شادمانی حاصل
نہیں ہوتی؟ کیا تم کو اسوقت کچھ خوشی و خرمی نہیں حاصل ہوتی جب تمہارا بچہ
مسکراتا ہوا تم سے ملنے کو دوڑتا ہے اور اسکا دل محبت سے بھرا ہوتا ہے اور
جب یہ تم کو اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان سے "اماں" سمجھتا ہے؟ جب تم دن بدن اسکی
محبت اور متابعت کے نئے ثبوت دیکھتی ہو۔ اور اسکے چھوٹے سے سینے میں
شفیقانہ اور فیاضیانہ خیالات بھرے ہوئے پاتی ہو تو تم کو معلوم ہوتا ہے کہ گویا تم کو
تمہاری تمام تکلیف۔ رنج اور مصیبت۔ محنت اور مشقت کا سو گنا۔ اجر مل گیا ہے
چند سال بعد تمہارے تفکرات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ تمہارا بچہ سن بلوغت کو پہنچ جائیگا
اور پھر خدا کے فضل و کرم سے جسکو امید ہے کہ تمہاری دعاؤں اور کوششوں
سے نازل کریگا ہم اسکو ایک مستحکم اصول اور فیاض اور شفیق دیندار پائینگے۔ پھر
والدین کس قدر گرمجوشی سے اپنے فرزند اپنے خوشحال اور خوش و خرم کنبہ کو دیکھتے ہیں؟

انکو اپنی کوششوں کا اس طرح دنیاوی اجر ملتا ہے۔ یہ نظارہ کیسا موثر ہے۔ کہ ہم کسی مسن اور بیوہ والدہ کو اپنے بچہ کے ہاتھ پر سہارا کئے ہوئے خوش و خرم جاتا ہوا دیکھیں اور کتنی والدہ ایسی ہیں جنکی ضعیفی کی عمر اپنے بیٹے کی محبت اور الفت اور خدمت سے خوش و خرم نہیں ہے؟ کون تمہاری بیماری میں اس بیٹے کیطرح تمہاری خدمت اور تیمارداری کریگا جسکے سینے میں وہ دینداری کے اصول بھرے ہوئے ہیں جو تم نے اسکو سکھلائے ہیں؟ اگر کوئی خوشی دنیا میں ضعیفی کے عالم میں انسان کو حاصل ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ تم اپنے ارد گرد اپنے شکر گزار اولاد کو دیکھو۔ جسقدر روز مرہ یہ تمہاری عزت اور خدمت کریگی وہ تمہاری محنت اور مشقت کا روزانہ انعام ہوگا اور جب تمہاری اولاد کی اولاد تمہارے گرد جمع ہوگی۔ اور ادب اور محبت اور پیار کا اظہار کریگی۔ تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس پیار سے گویا دوبارہ جوانی کا عالم تمپر آگیا ہے جب اور تمام دنیاوی شادمانیوں اور مسرتوں کا شعلہ تمہارے واسطے گل ہو جائیگا۔ تو تم کو ان ننھی ننھی جانوں سے لامحدود اور بے انتہا خوشی و خرمی حاصل ہوگی +

لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک پر مسرت نظارہ ہے۔ ہم ایک دوسرے سے آسمان پر پھر ملیں گے۔ کسقدر یہ خیال خوش آیند ہے کہ پھر سارا خاندان کا خاندان اوس شادمانی اور خوشی کے دنیا میں یکجا ہوگا جہاں غم و الم کا نشان تک نہیں۔ اس مسرت بخش ہستی سے جب تم اپنے دنیاوی سفر پر نظر ڈالو گے۔ تو تم کو کبھی اپنی اس محنت و مشقت پر افسوس نہ آئیگا جو تم نے صرف کی تھی۔ اور نہ کسی تکلیف اور مصیبت کا رنج ہوگا۔ جو تم نے برداشت کی تھی تاکہ تمہاری اولاد کو یہ شادمانی اور خوشی و خرمی نصیب ہو۔ دنیا میں بہ کثرت ایسے وجوہات ہیں جو والدین کو تربیت اولاد کی ترغیب دینے کے واسطے کافی ہیں۔ جس وقت تم مادرانہ محبت سے اپنے ارد گرد اپنے فرمانبردار اور پیاری اولاد کو دیکھو گی۔ اسیدم تمہارا خیال آیندہ زندگی کیطرف جائیگا۔ جس میں اس سے بڑھکر شادمانیاں اور مسرتیں ہیں +

ہمارا بچہ فوت ہو جائے اور ہم قبرستان تک اُسے دفن کرنے جائیں یہ نظارہ

گو کیسا ہی دردناک اور صدمہ دہ ہے۔ لیکن اگر ہم یہ خیال کریں کہ یہ بچہ خدائے ذوالجلال کے حضور میں امن و آسائش سے زندگی بسر کرنے چلا ہے۔ تو بہت کچھ ہمارا غم و الم اور صدمہ کم ہو سکتا ہے۔ یہ بچہ ہم سے پہلے اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا ہے۔ زندگی کے طوفان اور تلاطم سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اور ہر ایک غم و الم سے بیفکر اور بری ہو گیا ہے ایک بھلے مانس سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ آیا اسکی کوئی اولاد ضائع ہوئی۔ اسپر اس نے جواب دیا: "نہیں میرے دو بچہ آسمان میں ہیں۔ مگر ضائع کوئی نہیں ہوا" دیندار والدین کے نزدیک انکے بچہ کی وفات صرف ایک عارضی جدائی ہے۔ نہ کہ ابدی۔

والدہ کا آیندہ نسلوں کی بہبودی پر بہت ہی اثر ہوتا ہے۔ اب تک دنیا کی تواریخ ظلم اور خونریزی سے سراسر بھری ہے۔ جنگ نے اپنے بیشمار غم و رنج منتشر کر دئے ہیں۔ اور مظلوموں کی فریاد برابر آسمان تک پہنچتی رہی ہے۔ اب ہم کو کہاں وہ اثر تلاش کرنا چاہئے جو اس نظارے کو بدل دیگا۔ اور دنیا کو فیاضی۔ اور امن کے ثمروں سے بھر دیگا؟ یہ اثر مذہب میں ہے جو والدہ کی زبان سے نہ کہ عوام الناس کی زبان سے ہوتا ہے۔ بہت سی اور قریباً تمام حالتوں میں پہلے چھ سات سال میں انسان کے چال چلن کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اگر بچہ کی تربیت والدہ کے زیر سایہ ہوئی یہ بدکار اور تکلیف دہ رہا۔ تو اغلب ہے کہ یہ دیوانہ وار نفس پرستی کی آغوش میں دوڑ کر جا بیٹھے گا۔ اس میں شک نہیں کہ اس قاعدے سے چند مستثنٰی بھی ہیں مگر وہ شاذ و نادر ہی ہیں۔ لیکن اگر اسکے برعکس تمہارا بچہ تمہارے گھر سے خود اختیاری اور خود ضبطی کا عادی ہو کر نکلے۔ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عادت اس میں تا بزندگی رہیگی۔ اگر اسکو یہ سکھلایا گیا ہے کہ دوسروں کی شادمانی کو ترقی دینے کے لئے اپنی خوشی و خرمی قربان کر دے۔ تو یہ اس فیاضانہ عشق کو جاری رکھے گا۔ اور اسی سبب سے اسکی عزت ہوگی۔ وہ سود مند ہوگا اور شاد و خرم رہیگا۔ اگر اسکو زندگی کے تمام تعلقات میں مستقل اور دو فساد الٰہی رہنا سکھلایا گیا ہے۔ تو اغلب ہے کہ یہ نیکبخت

اور نیکوکار ہو۔ اپنے ہموطنوں کا عزیز اور اپنی نسل کا بھی محسن ہو۔

جب ہماری اس دنیا میں نیکبخت اور حبیب الوطن والدہ پیدا ہو جائیگی۔ تو اس دنیا میں بہت ہی جلد نیکبخت اور حبیب الوطن مرد بھی پیدا ہو جائینگے۔ وہ عورت جو پہلے بے اصول تھی اب خاص طور پر انسان کو راہ راست پر لانے اور اسکی بہبودی اور فلاح میں ترقی کرنے کا ایک دنیاوی آلہ بنجائیگی۔ وہ والدہ جو ذاتی کوشش سے غفلت کرتی ہے۔ اور اپنی اولاد کی چال چلن کے وضع ہونے میں دوسروں کے اثروں پر بہروسہ کرتی ہے بعد از وقت اسے یہ معلوم ہو جائیگا کہ اسنے نہایت مہلک غلطی کی ہے۔ وہ حبیب الوطن جسکو یہ امید ہے کہ مدرسہ۔ کالج اور علم کی عام اشاعت سے قوم میں شادمانی خوشحالی۔ اور نیکوکاری پھیلائیگا۔ گو خاندانی فرض سے غفلت ہی کیوں نہ کیجائے۔ تو اسکو فوراً یہ معلوم ہو جائیگا کہ وہ اوس چشمہ سے آب پاشی کریگا۔ جسکا منبع نیک نہیں ہے۔ بہرحال مادرانہ اثر خدا تعالی کے دست قدرت میں ایک ذریعہ ہونا چاہیئے۔ جو ہماری گناہگار نسل کو فرض اور شادمانی کی بادشاہت میں واپس لے آئیگا۔ آہ! کاش والدہ اس ذمہ داری کا کماحقہ خیال رکھے! تو پھر دنیا کی حالت ہی بالکل مختلف ہو جائیگی۔ پھر ہم ایسے ناشاد کنبے اور دل شکستہ والدین کو نہ دیکھیں گے۔ ایک نئی نسل انسان کی زندگی کی جولانگاہ میں قدم رکھے گی۔ اور بیرحمی اور جرم اس جہان سے کوچ کر جائیں گے۔ اے والدہ! اس طاقت پر غور کر جو تیرے خالق اکبر نے تجھ کو تفویض کی ہے۔ تیرے اثر سے بڑھکر اور کوئی دنیاوی اثر نہیں ہے۔ ہماری نسل کی معیشت یا شادمانی کو ترقی دینے کے لئے خانگی تربیت سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

شاید کوئی شخص یہ پوچھ بیٹھے: "کیا والد کے واسطے کچھ کام کرنے کو نہیں ہے؟" اس میں کچھ شک نہیں کہ اسکے واسطے زیادہ۔ بلکہ بہت زیادہ کام ہے۔ مگر یہ کتاب صرف والدہ کے دلپر اسکے فرائض نقش کرنے کے واسطے لکھی گئی ہے۔ بعکس اسکے خیال سے کہ مبادا جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے یہ سمجھا جائے کہ خانگی حکومت

51776

کا تمام فرض والدہ ہی کی گردن پر ہے۔ میں یہاں مختصر طور پہ بیان کرتا ہوں کہ والد کوئی عذر
ایسا پیش نہیں کر سکتا۔ کہ جس سے ذمہ داری میں اسکا حصہ ہونے سے بری سمجھا جائے
اسمیں شک نہیں کہ والد اپنے آپکو اس فرض سے بچانے کے واسطے بہت سے عذر
پیش کریگا۔ مگر افسوس! یہ اپنی اولاد کو اس تباہی سے اور اس غم والم سے نہیں بچا سکتا
جو اسکی غفلت کی بدولت عاید ہوگی۔ والد جب قبر میں آرام کرنے جائیگا تو اس خیال سے
اسکو نہایت ہی کم اور خفیف تسلی ہوگی کہ یہ اسقدر اپنے کاروبار میں معروف تھا کہ
اسنے اپنی اولاد کو گناہ اور بے عزتی اور ذلت کے حوالے رہنے دیا۔ بھلا اُن فرائض
سے بڑھکر اور کون فرائض دنیا میں ہو سکتے ہیں جو ہم پہ ہماری اولاد کے واجب
ہیں؟ ایک کاروباری آدمی بعض اوقات کہتا ہے کہ اسکے کاروبار کی اسقدر کثرت
ہے اور اس میں یہ اسقدر معروف ہے کہ اسکو مجبوراً اپنی اولاد سے غفلت کرنی
پڑتی ہے مگر اب یہ سوال ہوتا ہے کہ اسکی توجہ پر سب سے پہلے کس کا حق ہے۔
اسکی اولاد کا یا اسکے کاروبار کا؟ خدا نے اور کاروبار بھی اسکے سپرد کئے ہیں۔ اور ایک
کنبے کا اسکو بزرگ بھی بنایا ہے۔ اور اب خدا کس فرض کو سب سے ضروری سمجھتا
ہے؟ اور بہت سی مثالیں ہم پیش کر سکتے ہیں جنہیں لوگوں نے اپنا تمام وقت اپنے
نوشت و خواند۔ کتب بینی یا عام کاروبار میں صرف کر دیا ہے اور اپنی اولاد کو ناشاد
چھوڑ دیا ہے کہ یہ بلا مزاحمت بدکار اور خراب ہو۔ کسی شخص کو والد بننے کا حق اُس
وقت تک حاصل نہیں جب تک کہ یہ اُن فرائض کو پورا نہ کرے جو بہ حیثیت والد ہونے
کے اسپر واجب ہیں۔ اور کیا اس سے بڑھکر اسکا وقت مفید اور سود مند طور پہ صرف
ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی اس اولاد کی تربیت میں اپنا وقت صرف کرے تاکہ جب ہم
قبر میں آرام کرتے ہوں تو یہ دنیا کو فائدہ پہنچا رہی ہو؟ کیا پرہیزگار اور متقی اولاد سے
بڑھکر یا اسکے برابر ہم کوئی شے دنیا میں چھوڑ سکتے ہیں؟ کیا ہم دنیا کو اپنی اولاد کی بیشمار سود مند خدمت
اور دینداری سے بڑھکر کوئی عطیہ دے سکتے ہیں؟ آہ! دنیا میں کوئی گناہ اسقدر سخت
نہیں ہے اور اس سے اسقدر بربادی اور تباہی نہیں ہوتی جسقدر کہ والدین کی غفلت

۷۴۹۲۱
۳/۴

سے۔ ان ذمہ داریوں سے دست کش ہونے پر کوئی والدہ معذور نہیں ہوسکتا۔ پہلا فرض جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے دل کو محبت مشفقت میں مصروف رکھیں۔ دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں جانے کے قابل اپنی اولاد کو بنائیں۔ تیسرا یہ کہ اپنے ہمسایوں کی روحانی ترقی میں کوشاں ہوں۔ چوتھا یہ کہ حتے الامکان دنیا کو فائدہ پہنچائیں۔ اور تاہم کسقدر دیندار ایسے ہیں جنہوں نے اپنے اثیر برباد کردیے ہیں۔ اپنے دل کی آسایش تباہ کردی ہے۔ اور دل شکستہ ہوگئے ہیں اور صرف اسوجہ سے کہ انہوں نے اُن فرائض سے غفلت کی جو انکی اولاد کے انپر واجب تھے بہت سے بڑے بڑے مشہور اور بارسوخ آدمیوں کو اس طرح ذلت اور رنج وغم نصیب ہوا ہے۔ اور اس امر سے مطلع ہونے پر یہ غم والم اور بھی دلخراش پہنچاتا ہے کہ جیسا انہوں نے کیا تھا ویسا بھگت رہے ہیں۔ میں اس والدہ کے دل کو صدمہ نہیں پہنچانا چاہتا جسکی نگاہ ان صفحوں پر عبور کر رہی ہے مگر مجھ سے یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اس تباہی اور بربادی سے باواز بلند اسے خبردار نہ کروں جو اتنیک دنیا پر نازل ہوئی ہے۔ اور نازل ہو رہی ہے۔ صرف اُن وجوہات سے جنپر ہم فی الحال غور کر رہے ہیں ترغیب و تحریص بہت زیادہ موثر ہے۔ کیونکہ وہ آدمی جو علمی مشغلوں میں مصروف ہیں۔ اور جو تفکرات میں گھرے ہوئے ہیں اپنے خانگی فرائض سے غافل رہتے ہیں مگر یہ امر سودمندی اور شادمانی کے واسطے کیسا برباد کنندہ ہے۔ غریب ہونا بہت اچھا ہے اور منکسر ہونا بہت ہی اچھا ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ اُن کی اوباشی اور بدکاری سے زندگی میں ہماری بے عزتی ہو جو ہمکو اپنا والد کہتے ہیں اور وہ ہمارے سر کے نیچے ایک خاردار غم والم کا تکیہ رکھدیں جنکو ہم اپنی اولاد کہتے ہیں۔ ہر ایک آدمی پر خواہ زندگی میں وہ کسی حیثیت کا ہو۔ اُن فرائض کی پابندی واجب و لازم ہے جو منجملہ اور فرائض کے جو مقدس اور پاک ہیں اسکی اولاد کے انپر واجب ہیں اگر یہ ان سے غافل رہیگا تو ضرور نتیجہ بد اُسے بھگتنا پڑیگا۔ یہ حنظل کا درخت لگائیگا اور اسے اسکا پھل کھانا پڑیگا!

ایک اور امر جو میں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ والدہ کے فرض سے بہت ہی قریبی منسلک ہے۔ والد کو ہمیشہ اپنی اولاد کو سکھلانا چاہئے کہ وہ اپنی والدہ کی عزت اور ادب کرے۔ اگر والد یہ نہ کریگا۔ تو والدہ کی مشکلات بہت بڑھ جائینگی مگر جہاں شوہر اور خاوند دونوں میں اتفاق رائے ہے۔ وہاں انکی حکومت کو استحکام ہوتا ہے۔ والدہ کی تقدیس اور ادب کرنے میں کوئی بات ایسی ہے جسکا بڑا پر مسرت اثر دل پر پڑتا ہے۔ اس سے چال چلن عمدہ مہذب اور اعلےٰ درجہ کا نیک بنجاتا ہے اور غارت گر بدکاری سے پوری حفاظت ہوتی ہے۔ لڑکے ہرگز والدہ کی عزت اور ادب نہ کرینگے اگر یہ دیکھیں گے کہ والد خود انکی والدہ سے اچھی طرح الفت سے پیش نہیں آتا تم کو بمشکل ہی کوئی نوجوان ایسا اوباش ملیگا جو بچپن سے اپنی والدہ سے محبت اور اسکا ادب کرنے کا عادی ہو۔ والدہ کی نافرمانی ہی سے عموماً پُرگناہ زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسطرح مادرانہ حکومت سے لاپروا ہی کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور پھر خدا اور بندے دونوں کے قوانین کے خلاف ورزی اور مزاحمت کرنے کی دلیری بہت جلد ترقی پذیر ہوتی ہے۔ بہت سے ناشاد مجرموں نے اپنے پھانسی پر چڑھ کر اپنی پچھلی زندگی پر نظر ڈالی ہے اور انکو معلوم ہوا ہے کہ انکے جرائم کے ابتداء وہ اوائل عمری کا زمانہ تھا جب انہوں نے اپنی والدہ کی حکم عدولی شروع کی تھی۔ اور انہوں نے تسلیم کرلیا ہے اور مان لیا ہے کہ اگر اس وقت یہ فرمانبرداری کے عادی ہوتے۔ تو انکی تمام طرز زندگی اغلب تھا کہ بالکل مختلف ہوتی لہذا سب سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ کوئی دقیقہ اس امر میں فروگذاشت نہ کرنا چاہئے کہ والدہ کا اثر لڑکا تا رحد کے دل پر تقویت پذیر ہو۔

تعلیم کے مضمون کیطرف نہایت استقلال غور و خوض سے توجہ کرنی چاہئے اور تاہم بکثرت والدین اس فرض سے غفلت کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ والدین اور بچے کے واسطے اس سے بڑھکر اور کوئی امر ضروری نہیں ہوسکتا کہ گھر میں ایک راست اور صحیح طریقہ حکومت کا ہونا چاہئے۔ ہر ایک والدہ

اپنی آگاہی کے سامان نہ مہیا ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ مگر بہت سی بے بہا کتابیں کم قیمت کی ہیں جن سے بہت امداد مل سکتی ہے۔ والدہ کو چاہیے کہ اپنے فرائض میں سب سے پہلے اس امر کو اپنا فرض سمجھے کہ جہاں تک اس سے ممکن ہو اس بارے میں آگاہی حاصل کرے۔ بچہ کے دل کی پرداخت اور نشو و نما کرنے کا علم اس قابل ہے۔ کہ اس میں لاانتہا ترقی ہو سکتی ہے۔ اور ہم اپنی اولاد سے بیوفائی کرینگے اگر دوسروں کے تجربوں کے نتائج سے جو انہوں نے اس بارے میں کئے ہیں مطلع نہ ہوں۔ جب روشنی ہمارے چاروں طرف ہو تو ہم کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانا نہیں چاہئے۔ اس علم میں بھی اور علوم کی طرح ایسے بنیادی اصول ہیں جنکا عمل انسان کے دلپر ہوتا ہے۔ اور بہت سی ماؤں نے اسطرح غلطیاں کرکے اپنی اولاد کو بہت ضرر پہنچایا ہے جو نہ پہنچتا اگر یہ ان منبعوں سے آگاہی حاصل کرتیں۔ جو ہر ایک کے واسطے کھلے ہیں ۞

اوس والدہ کا غم و رنج کسقدر ہوگا جو اپنی غفلت کے باعث اپنے کنبہ میں ناکام رہی ہے! یہ اپنی برباد اولاد کو دیکھتی ہے اور اپنے آپ پر لعنت کرتی ہے کہ کاش یہ وہ مناسب اور درست طریق اختیار کرتی جو اسکے واسطے باعث شادمانی اور خوشی و خرمی ہوتا۔ اور شاید اولاد بھی اسپر لعن و طعن کرتی ہے۔ اور اپنے تمام جرائم اور کمبختی کو اس کی خراب تربیت سے منسوب کرتی ہے۔ فرض کا علم حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر اسنے اسکی تحصیل میں غفلت کی۔ اور اپنی ناقابل عفو نادانی کے باعث اپنی اولاد کو برباد کر بیٹھے۔ ایک شفیق والدہ فوراً رنج و الم سے دب جائیگی اگر یہ اپنی نادانی سے کوئی زہریلی دوا اپنے بچہ کو دے بیٹھی ہے۔ اور اب اسوجہ سے اپنے بچہ کو جان توڑتا ہوا دیکھتی ہے۔ لیکن اس اخلاقی تباہی کو دیکھنا کیسا خوفناک ہے۔ جو خود ہماری مجرمانہ نادانی سے لاحق ہوئی ہے! وہ کون ہے جو اس بات کو دیکھنا پسند کریگا کہ اسکا بیٹا یا بیٹی پیدا ہوتے ہی مرجاتے۔ بہ نسبت اسکے کہ یہ اوباشی عیاشی۔ بدکاری اور بدنامی کی کمبختی میں پھنستے؟ اگر ہم اپنی اولاد کو محفوظ رکھنا

چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے فرائض کے بارے میں آگاہی حاصل کرنی چاہیئے۔

صرف کتابوں کا پڑھنا ہی بجائے خود کافی نہیں ہے۔ ہمکو اپنے خیالات اور ذاتی مشاہدات کی قوت صرف کرنی چاہیئے۔ میں ایک جگہ ایک والدہ کو جانتا تھا جو اپنے بچے کی اوایل عمری کی ترقی کا ایک روزنامچہ لکھا کرتی تھی۔ یہ تربیت کی ضروری باتیں احتیاط سے خیال میں لاتی۔ اور جو انکا اثر اسکے بچہ کے چال چلن پر پڑتا اسکو غور سے مشاہدہ کرتی۔ جسطرح کوئی طبیب اپنے مریض پر اپنے نسخہ کے اثر کو خبرگیری اور احتیاط سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس سے بڑھکر احتیاط اور غور سے یہ ان اخلاقی ادویات اور نسخوں کے اثر کو دیکھتی جو یہ اپنے بچہ کو استعمال کراتی۔ یہ اپنے وسعت پذیر قوے اپنے اشفاق اور حلم کی تکمیل اپنی مزاج اور اور ضروری امور پر نہایت غور سے خوض کرتی۔ اور انکو یہ لکھتی جاتی۔ چنانچہ اسطور پر اس والدہ کو نہایت جلد آگاہی ملتی جاتی تھی بہ نسبت اسکے کہ کسی اور طور پر ملتی۔ یہ خود اپنے دل کو آزادانہ تحقیق اور خیال کا عادی بناتی تھی۔ ہر روز اسکو اپنے دل پر مختلف اغراض کا جو اثر ہوتا معلوم ہو جاتا۔ اور اسکے بچہ پر اسکا اثر دن بدن بڑھتا جاتا۔ اب در اصل یہ مادرانہ وفاداری اور بہی خواہی ہے۔ اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ والدہ کو اپنی آگاہی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور یہ اسکے تحصیل کی خواہاں ہے۔ اور اس سے صاف صاف عیاں ہے کہ یہ خود اپنی ذہنی کوشش صرف کرنے پر راضی ہے تاکہ یہ اپنے فرائض کے پورا کرنے کے قابل بنے۔

ہر والدہ کو ایسا ہی کوئی طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اسکو بہت جلد بچوں کے دل کی رہنمائی کا علم ہو جائیگا۔ جب پہلے پہل اسکا بچہ غیظ و غضب کا اظہار کرے اسے چاہیئے کہ وہ تدبیر لکھ لے جو یہ اس آتش کے سرد کرنے کے واسطے اختیار کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی وہ کامیابی درج کرے جو اسکو اس کوشش میں حاصل ہوئی ہے۔

میرے خیال میں جو اثر ایسے روزنامچہ کا ہوگا میں ذیل میں اسکا نمونہ درج

کرتا ہوں ۱۰۔ جنوری ۱۹۳۳ء

آج احمد اپنی بہن سے بہت ناراض ہوا۔ اور اسکو دھکا دیدیا۔ بطور سزا کے میں نے امینہ کو تو ایک سیب دیا اور احمد کو کوئی نہیں۔ مگر میں نے دیکھا کہ بجائے اسکے کہ احمد مغلوب ہوتا یہ اپنی بہن سے زیادہ دق ہونے لگا اور اس سے حسد کرنے لگا۔ ۱۵۔ جنوری ۱۹۳۳ء

آج امینہ اپنے بھائی سے بُری طرح پیش آئی۔ اب میں نے خیال کیا کہ مجھے اس طریق سے کوئی طریق مختلف اختیار کرنا چاہئے جو میں نے احمد کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کو میں نے اپنے پاس بلا کر کہا: "امینہ جب خدا تم کو ایسے کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ اور اب آج شب کو کسطرح تم خدا سے اپنی حفاظت کرنے کی دعا مانگو گی جب کہ دن کو تم نے اسکی نافرمانی کی ہے؟" اسطرح پر تھوڑی دیر تک اس سے جب میں نے گفتگو کی یہ ڈھاڑیں مار کر رونے لگی اور اسنے اپنے بھائی سے معافی مانگی۔ چنانچہ فوراً یہ دونوں خوش و خرم جاکر کھیلنے کودنے لگے۔ شب کو امینہ نے سونے سے قبل خدا تعالیٰ سے معافی مانگی۔ اور وعدہ کیا کہ یہ پھر کبھی اپنے بھائی سے ناراض نہ ہوگی۔ میں بجز اسکے اب اور کچھ امید نہیں کرسکتی کہ ان دونوں کے دلوں پر اسطرح ایک ایسا اثر پیدا ہوگیا تھا جو جلد ہرگز فراموش نہ ہوگا۔ ۱۰۔ جنوری ۱۹۳۳ء

آج اتفاق سے احمد سے ایک قیمتی لمپ ٹوٹ گیا۔ مجھکو خوف ہے کہ اگر میں اسپر الزام لگاؤں تو یہ ناانصافی ہوگی۔ مجھکو چاہئے کہ اپنے خیالات زیادہ قابو اور اختیار میں رکھوں۔ ۲۲۔ جنوری ۱۹۳۳ء

آج امینہ کو غیر معمولی طور پر لباس کا بڑا شوق ہے۔ حال میں گھر میں بہت سے آدمی آئے تھے۔ اور انہوں نے اسکی خوبصورت کرتے کی بڑی تعریف کی۔ اب مجھکو چاہئے کہ اسے ایسا لباس پہناؤں جس سے لوگ اسکی طرف متوجہ نہ ہوں وغیرہ بڑا لباس۔ اگر استقلال سے کوئی ایسا طریق اختیار کیا جائیگا۔ تو اس میں کچھ شک نہیں کہ

تربیت میں بہت سی قابلیت حاصل ہوجائیگی۔ کسی طرح والدہ کو اپنی ہمت اس مضمون پر صرف کرنا چاہئے۔ اسکو اپنے بچہ کے مزاج کی خصوصیات اور تغیرات غور سے دیکھتے رہنا چاہئے۔ اور خود اسنے خیال کرکے تجربہ کرنا چاہئے۔

جب میں یہاں تک لکھ چکا تو ذیل کی تحریر مجھکو ہاتھ لگی۔ چونکہ یہ ایک والدہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی جسنے ایک عرصے تک ان تجاویز پر عمل کیا تھا جو یہاں مندرج کی گئی ہیں۔ اور جو کہ بوجہ وفور غم والم اور تفکرات کے اپنے فرض سے دست کش ہونے کا عذر کرسکتی تھی۔ لہذا میں نہایت خوشی سے اسکو یہاں درج کرتا ہوں۔

شاید بعض والدہ کو پہلے پہل ایسا روزنامچہ صحیح صحیح اور باقاعدہ رکھنا ناممکن معلوم ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے پہل اسکے واسطے کچھ کوشش درکار ہوگی۔ لیکن اگر اس سے ایک والدہ کو اپنے فرائض کے سرانجام کرنے میں مدد ملے۔ تو وہ کونسی والدہ ہے جو ایسی کوشش کرنے میں تامل کریگی؟ ایسی باقاعدہ تحریر سے بہت سے فوائد اور سودمندی کی امید ہوسکتی ہے۔ اور یہ صرف ایک چھوٹی سی کتاب یادداشت ہونی چاہئے۔ تاکہ ایسی ماؤں کی تضییع اوقات نہ ہو۔ جنکو اور خانگی فرائض بہت سے سرانجام دینے ہیں۔

سب سے پہلا فائدہ جو خود والدہ کو پہنچیگا وہ یہ ہوگا کہ اسکو باقاعدہ دماغی کوشش کرنے کی ضرورت معلوم ہوگی۔ ایک نوجوان والدہ کو جو خانگی فرائض اور تفکرات سے گھری ہوئی ہے پہلے پہل معلوم ہوسکتا ہے کہ اسکے پاس دماغی محنت اور مشقت کے واسطے وقت نہیں ہے۔ لیکن اگر ہر روز دس منٹ بھی اس غرض کے واسطے مخصوص کردئے جائیں۔ تو اسکو بہت جلد یقین ہوجائیگا کہ ایسا روزنامچہ رکھنے کیوجہ سے اسکے فرائض اچھی طرح ادا ہوتے ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اپنی اولاد کے فرائض پر بھی بکم دلچسپی سے متوجہ نہ ہوگی اور اس قسم کی تربیت سے گو کیسی ہی خفیف سی ہو یہ بتدریج اپنے آپ کو اپنی اولاد کی معلم اور رہنما ہونے کے قابل بنا لیگی۔

۲۔ والدہ کو جب ایسا روزنامچہ رکھنے کی عادت ہوگی تو یہ اپنے افعال کے اغراض اپنی خانگی حکومت کے اصول۔ اپنے بچہ کے دل و دماغ اور چال چلن کی تربیت اور اس عادت کو بچہ میں پیدا کرنے پر زیادہ غور و خوض اور انکا یادداشت کیا کریگی۔ جسکی والدہ کو بہت ضرورت ہے اور جسکو عبادت کہتے ہیں۔

مجھکو کلی اعتماد ہے کہ اگر والدہ ایسا کریگی۔ تو یہ اس جماعت کو امداد دیگی اور ساتھ ہی اس سے اسکو امداد ملے گی۔ جسپر ہماری نظر اپنی قوم کی آیندہ خوشحالی اور بہتری کے واسطے لگی ہوئی ہے اور بہت سی ماؤں کو اپنی اولاد کی تربیت سے اپنے ہاتھ کو قوت اور دل کو بار غم سے سبکدوشی حاصل ہوگی۔ جو تجویز میری رائے میں قابل عمل ہے وہ ذیل کی تجاویز سے ملتی جلتی ہے۔

۱۔ مزاج کی سب سے ابتدائی تکمیل کو دیکھتے رہو۔ اور ان عادت تجربوں کے نتائج پر خیال رکھو جو اسکے مغلوب کرنے کے واسطے تم عمل میں لاؤ۔

۲۔ ان چیزوں کا خیال رکھو جسمیں تمہارے بچہ کو خاصکر دلچسپی حاصل ہوتی ہے اور جو ایسی چیزیں ہوں انسے مذہبی اور اخلاقی سبق جو اسکو سکھلاؤ اسکا طریق درج کرو۔ اور اپنی کوشش کا اثر اور جو نتیجہ ہو اسکو لکھ لو۔

۳۔ اولاد کو فرمانبردار بنانے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اسکو درج کرو۔ جو مشکلات پیش آتی ہیں وہ اور جسطرح انکو سر کیا وہ طریق بیان کرو۔

۴۔ پہلے پہل جو مذہبی تربیت دیگئی ہے اسکا طریق بیان کرو۔ اور جس امر سے تمہارے بچہ کے دل میں سب سے بڑھکر زبردست جوش پیدا ہوتا ہے وہ درج کرو۔

اس طور پر تم بہت سی فائدہ مند ماؤں کو انکے فرائض کے پورا کرنے میں مدد دو گے۔ اور کسی تجربہ کے نتیجہ سے جسکو کاغذ پر درج کرتے ہیں شاید تمہارے دو تین ہی لمحہ صرف ہوتے ہیں۔ کسی اخبار میں مندرج ہوکر اور تمام ملک میں شائع ہوکر والدہ کے دلوں پر بہت قوی اثر پڑیگا اور وہ اثر موجودہ وقت سے ابد

تک رہیگا اور موجودہ اور آیندہ دونوں نسلوں کے واسطے باعث اقبال مندی اور خوشحالی ہوگا۔ چنانچہ ذیل میں ایک والدہ کے روزنامچہ سے جو اسی قسم کا تہا ایک خلاصہ درج کیا جاتا ہے:۔

ضدی اور سرکش طبیعتوں کے واسطے سب سے زیادہ وانصاف سے دانائی۔ استقلال اور مستحکم انتظام کی بچہ کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس سے بڑھکر کوئی اور ایسا قصور نہیں ہے کہ جس سے اگر غفلت کیجائے یا اسے تقویت دیجائے۔ تو والدین کے ذخیرہ غم والم کا بار لائے جو قبر تک ساتھ جائے۔ اور اولاد کی تمام عمر ناشادی اور بدبختی میں بسر ہو۔ جسقدر انسان کی عمر بڑھتی ہے یہ بھی بڑھتا ہے اور جسقدر یہ طاقتور ہوتا جاتا ہے اسی قدر اسکو بھی تقویت حاصل ہوتی جاتی ہے۔ تاہم میں نے کبھی۔ والدہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:۔ بچہ بڑا ضدی ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور میرے خیال میں یہ ابھی بچہ ہے سمجھ نہیں سکتا۔ اور بار بار سزا دینے سے اسکا دل سخت ہوجائیگا بچہ کبھی ایسا چھوٹا نہیں ہوتا کہ اسکی تعلیم نہ ہوسکے اوسیوقت سے کہ بچہ آواز کا لہجہ پہچاننے اور سمجھنے لگتا ہے۔ اور چہرے کے انداز کو شناخت کرنے لگتا ہے۔ وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اسکو اخلاقی سبق سکھلایا جائے۔ یہ بلاشک وشبہ صحیح ہے کہ سزا دیتے وقت احتیاط کرنی چاہئے کہ وہ اسطرح نہ دیجائے کہ اس سے ذلیل اور مغلوب ہوجائے نہ کہ غضبناک۔ تاہم بچہ کو یہ سکھلانا چاہئے کہ اسے والدین کی فرمانبرداری اور متابعت کرنی واجب ہے۔ بالفرض تمہارا بچہ کسی ایسی چیز سے کہیل رہا ہے جس سے کھیلنے کو تم نے اسے منع کیا ہے۔ تم اس سے نہایت نرمی سے مگر استحکام سے کہتے ہو کہ یہ چیز رکھدے مگر وہ انکار کرتا ہے۔ اگر تم اٹھکر زبردستی اسکے ہاتھ سے چھین لیتے ہو تو بچہ بلبلا اٹھتا ہے۔ یہ ذوق اور نا امید ہوجاتا ہے لیکن اگر بجائے اسکے تم اس چیز کیطرف اشارہ کرکے کہو:۔ اسکو رکھدو۔ اور یہ انکار کرے۔ اور پہر اگر دوبارہ تم چیں بجبیں ہوکر بارعب آواز میں جھڑک

کرا سے حکم دوگی تو شاید ہی تم کو اسے فرمانبردار بنانے میں کامیابی نہ ہو۔ چنانچہ
جب اسنے چیز رکھدی تم نے اسے مسکرا کر گود میں اٹھا لیا۔ اور کسی ایسی چیز سے
اسکا دل بہلایا اور اسے خوش کیا جس سے اسکو دلچسپی حاصل ہوئی۔ اور اب
اسکو یہ سبق کبھی نہ بھولے گا۔ خصوصاً اگر یہ کسی ایسی چیز کو ہاتھ لگانے لگے۔
جس سے منع کیا گیا ہے تو اسکی طرف پھر کر اس سے کہو۔ دیکھو اسکو ہاتھ نہ لگاؤ
ہرگز نہ لگاؤ۔ اور پھر دو تین مرتبہ اسے دہراؤ۔ پھر اسکو کوئی ایسی چیز دو جو اس قسم کی
چیز سے ایک طور پر مختلف ہو۔ اور کہو۔ تم اس سے کھیلو۔ اور اس طور پر دس
بارہ مہینے کا بچہ صاف طور پر متابعت کے سبق سیکھ سکتا ہے۔ اگر یہ تمہارا کہنا
ماننے سے انکار کرے تو تھوڑی سی اسکو ایسی سزا دو جس سے اسکو جسمانی
بے آرامی اور درد پہنچے۔ لیکن احتیاط رکھنی چاہئے کہ بعد میں بچے کا دل بہلاؤ۔ اور
تمہارے چہرے سے کسی طرح کے غصہ اور غضب کے آثار نہ نمایاں ہوں

ایک بچہ جو تین برس سے کم عمر کا تھا۔ اپنی سرکش طبیعت کے باعث
بڑا تکلیف دہ اور دق کرنے والا تھا۔ اسکو اس قصور پر بہت سخت سزا دیجاتی
تھی۔ لیکن اوس وقت تک نہیں جب تک کہ اس قصور سے اسکی آیندہ شادمانی
کو بہت سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو۔ ایک دفعہ بہت کچھ اسنے ضد کی اور
اب یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسکو سزا دیجائے جب سزا مل چکی
تو اسنے کہا کہ اسے اس قصور کے سرزد ہونے کا افسوس مطلق نہ تھا۔ اسکو
کبھی یہ سزا نہ دی گئی تھی کہ اندھیری جگہ بند کر دیا جاتا۔ کیونکہ بہت سے چھوٹے بچوں
کو جب یہ سزا دی گئی تو اسکے نتائج بہت خوفناک پیدا ہوئے۔ مگر اس حالت میں
یہ معلوم ہوا کہ بچے کو اسکا کچھ خوف نہ تھا۔ اور میں نے چاہا کہ دینی تربیت کے متعلق
اسکا اثر معلوم کروں۔ چنانچہ ذیل کا تجربہ میں نے کیا اور جو گفتگو مجھ میں اور اس بچہ
میں ہوئی وہ لفظ بہ لفظ میں مندرج کرتی ہوں:۔

والدہ ۔ مجھ کو بہت افسوس ہے کہ تم اسقدر شریر ہو گئے ہو کہ اب میں تمکو ایک

اندھیری کوٹھری میں بند کرتی ہوں جہاں تم کو کوئی نہ دیکھے"

بچہ (نہایت غرور سے سوچکر) "میں اپنی شرارت چھوڑتا نہیں"

تب میں نے جیسا کہا تھا ویسا کرکے دکھلایا۔ اور ساتھ ہی اسکے کہا۔ "جب تم اپنی شرارت سے توبہ کرو تو مجھکو پکارنا اور میں دروازہ کھولدونگی مگر اب تم کو یہاں چپ چاپ بیٹھنا چاہئے۔ اور کسی چیز کو چھونا نہ چاہئے" بچہ کوئی دس منٹ تک بالکل چپ چاپ اور خاموش بیٹھا رہا۔ مگر تھوڑی دیر بعد زور زور سے زنجیر کھڑکانے لگا۔

والدہ: "تم اب اپنی شرارت سے توبہ کرتے ہو؟"

بچہ: "اگر باہر آجاؤں تو کہوں"

والدہ: "تو تم دروازہ کس واسطے کھٹکھٹاتے ہو؟"

بچہ: "میں باہر نکلنا چاہتا ہوں"

والدہ: "اگر تم اپنی شرارت سے باز آتے ہو اور نیکبخت بنتے ہو تو میں دروازہ کھولتی ہوں مگر تم نے بڑی شرارت کی ہے۔ اور مجھ کو دق کیا ہے۔ کیا اب تم نیکبخت ہو؟"

بچہ: "نہیں۔ مجھ کو افسوس ہے کہ میں نیکبخت نہیں ہوں۔ میں باہر نکلنا نہیں چاہتا"

والدہ: "مجھ کو بہت افسوس ہے کہ بیٹا تم بڑے شریر ہو۔ تم کوٹھری میں ہو۔ جہاں اندھیرا گھپ ہے۔ اور والدہ تم کو نہیں دیکھ سکتی مگر خدا دیکھتا ہے۔ اور وہ تم سے ناراض ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ برخوردار تم کچھ سوچو۔ کیا تم خیال کرسکتے ہو کہ جبکہ تم شریر اور بدمزاج ہو تو تم خدا سے دعا مانگوگے کہ وہ تمہاری حفاظت کرے؟"

وہ اس طرح ایک منٹ تک اور چپ رہا اور پھر مغلوب اور خوشگوار آواز میں کہنے لگا۔ "اماجان اب میں نیکبخت ہوں" چنانچہ وہ باہر نکلا۔ اور اس طرح کھیل کود میں معروف ہوگیا گویا کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ مجھے ذرا بھی شک نہیں کہ اس واقعہ کا بڑا زبردست اور مستحکم اثر ہوگا۔ بعد آئندہ اوقات میں والدہ کے دل کا صدمہ اور دردو غم اور سخت سزا کی ضرورت بالکل مسدود ہوجائیگی"

بہت سے لوگوں کے دلوں پر یہ نقش ہے کہ حکومت کی قابلیت خداداد

اور انسان کا طبعزاد اور ذاتی جوہر ہے۔ نہ کہ یہ آگاہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یا سیکھی جاتی ہے۔ مگر اُن والدین کو دیکھو جنکو خانگی حکومت میں سب سے بڑھکر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور وہ تم کو بتلاوینگے کہ انہوں نے نہایت محنت اور مشقت سے اس بارے میں آگاہی حاصل کی تھی۔ تم کسی عالم و فاضل مشہور و معروف آدمی کے خاندان میں جاؤ۔ اور جسوقت تم اسکے ناتربیت یافتہ سرکش بے سلیقہ بچوں کو دیکھوگے تو تم ہراساں ہوجاؤگے۔ اور کہوگے۔

اگر یہ شخص جسکو استقدر زبردست علم و تربیت حاصل ہے۔ اپنی خاندانی حکومت میں کامیاب نہیں۔ تو ہم کسطرح کامیابی کی امید ہوسکتی ہے؟ لیکن اگر ذرا غور کروگے تو تم کو اطمینان ہوجائیگا کہ یہ شخص اپنا وقت اور اپنی توجہ دوسری اشغال اور کاروبار میں صرف کرتا ہے۔ یہ اپنی اولاد سے غافل ہے۔ اور اسکا چال چلن جیساکہ ہم بیدکر سکتے ہیں اُن اثروں سے وضع ہوتا ہے جو اسکے سامنے پیش ہوتے ہیں کوئی یقین واثق نہیں کہ ہر ایک تدبیر کا انجام بچہ کی دینداری ہوگا۔ لیکن اگر بے قاعدگی اور بے طریقہ۔ بلا سوچے سمجھے یا بیفکری سے کوشش کریں۔ تو بلا شک و شبہ ہمکو اسکے بہت تلخ اور سخت نتائج بھگتنے پڑینگے۔ والدہ کو اپنے فرض پر غور کرنا چاہیے۔ اسکو احتیاط سے اس اثر کو مشاہدہ کرنا چاہیے جو اسکے طریق تربیت سے پیدا ہو۔ کتابوں سے بہت ہی کم فایدہ ہوتا ہے۔ جب تک کہ ہم جو کچھ ان میں لکھا ہے اپنے ذہن نشین نہ کریں۔ اور لوگ ممکن ہے کہ بڑے بڑے خیالات اور اعلے تدابیر ہمکو بتلائیں۔ مگر ہمکو اُن خیالات اور اُن تدابیر پر غور کرنا چاہیے۔ اسکے اثروں کو خیال میں لانا چاہیے۔ اور انکو خود اپنے خیالات کے ساتھ ملاکر اپنے دلنشین کرنا چاہیے۔ ہمکو تحقیق اور فکر کا عادی ہونا چاہیے۔ جو والدہ ایسا کریگی وہ یقین واثق ہے کہ دانائی میں ترقی کریگی۔ اسکو روز مرہ معلوم ہوگا کہ اسکا اولاد کا چال چلن خاطر خواہ بنانے میں آسانی ہوتی جاتی ہے اور جوں جوں دن زیادہ اسکی اولاد اس سے محبت اور اسکا ادب اور عزت کریگی وہ اسکا متواتر انعام ہوگا۔

ہر ایک خاندان کی تربیت کے واسطے فکر اور محنت کی بہت ضرورت ہے مگر کسی اور فکر کا ایسا اجر نہیں ملتا اور کسی محنت کے عوض ایسی اصلی خوشی و خرمی اور شادمانی حاصل نہیں ہوتی۔ اے والدہ! خدا نے معصوم ارواح تیرے سپرد کی ہیں۔ ان کا انجام اور انکی قیمت بہت کچھ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو غفلت کرے یا نادان رہے تو بہت کچھ جائے خطرہ ہے کہ یہ برباد ہو جائیں لیکن اگر تو وفاداری سے کوشش کریگی۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگے گی اور اعتقاد رکھے گی۔ تو اسکے فضل و کرم سے تو انکو بہشت کے قابل بنا دیگی۔

تمام شد

پیسہ اخبار لاہور

نہایت ارزاں - کیونکہ قیمت صرف دو روپیہ سالانہ مع محصول ڈاک ہے اور پیشگی قیمت دینے والوں کو ایک عمدہ کتاب انعام ملتی ہے حجم تصاویر بہت زیادہ - تازہ بتازہ اور معتبر خبریں نادر اور مستند رائیں اور قابل دید دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں جو شخص ایک پرچہ پڑھنے کا منگوا لے اگرچہ کبھی مذاق اخبارات کا رکھتا ہو ممکن نہیں کہ ہمیشہ کیلیے اس اخبار کے مطالعہ کا شایق ہو جائے - یہی وجہ ہے کہ اسوقت تمام ہندوستان کے اردو اخبارات میں زیادہ بکتا ہے -

زمیندار باغبان و بیوپار

جبکہ ہندوستان بھر میں مضامین زراعت - باغبانی - علاج الیوپیتھی صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ کا اکیلا ماہوار با تصویر اردو رسالہ ہے قیمت عام سالانہ للعہ ر اُمرا سے صہ حکام و والیان ریاست سے للعہ ر تھوڑے کی کاپی ۴ ر کو ملسکتی ہے - ہر ایک ہندوستان کے خیرخواہ کا فرض ہے کہ اس نادر رسالے کی امداد کرے اور اس فرض سے سبکدوش ہو - اس رسالے کی بابت بڑے بڑے تجربہ کار افسران زراعت اور واقفکار لوگوں نے بہت اعلیٰ رائے دی ہے اور پنجاب کے اکثر حکام ضلع نے اسکی خریداری فرماکر اسکی سرپرستی منظور کی -

انتخاب لاجواب

یعنے دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اور مفید کتابوں رسالوں اور تحریروں کا عطر مجموعہ جس میں ہزارہا ایسے قیمتی علمی اور عملی مضامین دل بہلاؤ اور تعلیم کے لیے درج ہوتے ہیں کہ جو کسی اور ذریعہ سے مل نہیں سکتے -

اردو زبان میں بے نظیر نعمت

ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہونگے اور نامہ نگاروں کو معقول معاوضہ دیا جاویگا ہر ہفتہ وار اشاعت میں صفحہ کلاں قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک (چھ روپیہ) المشتہر منیجر پیسہ اخبار لاہور

کتب مفید نسوان

کارخانہ پیسہ اخبار لاہور و رسالہ شریف بیبیاں کی مفصل فہرست کتب درخواست کرنے پر کارخانہ سے ہر شخص کی خدمت میں پہنچ سکتی ہے۔ مگر یہاں صرف چند ایسی کتابوں کی کیفیت درج کیجاتی ہے۔ جو مستورات کے مفید مطلب ہیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:-

کیا ہم نیک بخت عقلمند تندرست اور بشاش بچے اپنی کوشش سے پیدا کر سکتے ہیں؟

اس مختصر سے رسالہ میں نہایت خوبی کے ساتھ اس مضمون کی داد دی گئی ہے اور بڑی خوبی سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ کسطرح عقلمند تندرست اور بشاش بچے پیدا کرنا والدین کے اختیار میں ہے۔ قیمت ۴؍

ولادت

اس کتاب میں ایک ڈاکٹر صاحب نے ایام تاہل اور حمل سے لیکر تولد جنین تک کے حالات عوارض حمل تولد اُن کے علاج۔ زچہ اور بچہ کی خبرداری اور ولادت کی تمام مصیبتوں اور اُن سے مخلصی کی تدابیر بڑی خوبی سے قلمبند کی ہیں۔ ایسے طور پر کہ کم تعلیم یافتہ ناظرین بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ قیمت ۸؍

صحت الاطفال

اس کتاب میں بچوں کی صحت قایم رکھنے کے لیئے ایسی ایسی اعلےٰ درجہ کی مفید تدابیر لکھی گئی ہیں۔ کہ جنپر عملدرآمد کرنے سے بچوں کی ہزاروں لاکھوں جانیں بچ سکتی ہیں نیز بچوں کی تقریباً تمام بیماریوں کے نہایت عجیب اور سہل نسخے معہ بیماری کی علامات اور تشخیص کے

درج ہیں۔ بخش خوردوں۔ زہر خوردوں اور ڈوبے ہوؤں کی جان بچانے کیلئے کئی مفید بیانات سے اور کئی باتوں کے درج ہیں۔ قیمت فی جلد ۱۰ر

صحت نمائے ازدواج

یہ علم طب کی بے نظیر کتاب جو زمانہ حال کی تحقیقات کے مطابق ازدواجی زندگی کی برکات ظاہر کرکے انکو بحال رکھنے اور نسل خوشحالی حاصل کرنیکی تدابیر سے لبریز ہے ڈاکٹر مرزا محمد اکبر بیگ صاحب پروفیسر طبیہ کالج قسطنطنیہ نے تیار کی اور قسطنطنیہ میں نہایت خوشخط ٹائپ کے چھاپے سے باتصویر چھپی ہے۔ مقابل دیکھر جس فرانسیسی کتاب کے ترجمہ پر بہت کچھ اضافہ کرکے یہ اردو کتاب تیار کی گئی ہے وہ یورپ میں ۱۷۵ مرتبہ چھپ چکی ہے اور یورپ کی ہر زبان میں موجود ہے قیمت فی جلد ع

حقوق العباد

جسمیں بندوں کے تمام حقوق جو بندوں پر ہوتے ہیں۔ جیسے بیٹا بیٹی۔ باپ ماں بھائی بہن بیوی۔ دوست وغیرہ کے حقوق درج ہیں۔ قیمت ۴ر

شریف بیبیاں

تعلیم نسوان کا ماہوار رسالہ جسمیں سادہ نصائح لائق بیٹی سلیقہ شعار بیگم نیک بی بی اور مہربان عقلمند ماں بننے کی ہدایات درج ہوتی ہیں سال ۱۸۹۲ء سے کارخانہ مطبع خادم التعلیم پنجاب پیسہ اخبار لاہور سے نکلتا شروع ہوا ہے۔ غرض اسکی اشاعت سے صرف یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اعلے درجے کے زنانہ اخلاق کے رسالوں کی طرز پر ہندوستانی شریف بیبیوں میں امور خانہ داری حسن معاشرت اور تعلیم و تربیت اطفال کا عمدہ مذاق پیدا کیا جاوے۔ ہر شخص جو اہل عیال رکھتا ہے اس رسالے کو اپنے کنبے میں رواج دینکا حاجتمند ہے کیونکہ کون نہیں چاہتا کہ اسکے گھر میں انتظام خانہ داری میں سلیقہ اور کفایت شعاری کا رواج ہو۔ بچوں کی اٹھان خاطر خواہ ہو۔ اور گھر صحیح طور پر بہشت کا مرادف لفظ ہو سکے۔ تمام دنیا کے تفکرات امن اور سکھ ہوجاوے۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عر

RARE BOOK
NOT TO BE ISSUED

پیسہ اخبار لاہور

نہایت ارزاں کیونکہ قیمت صرف دو روپیہ سالانہ معہ محصول ڈاک ہے - اور پیشگی دینے والوں کو عمدہ کتاب انعام ملتی ہے - حجم ۲۰ صفحے بالتصویر - بہت زیادہ - تازہ بتازہ دلچسپ خبریں - نادر اور شستہ [illegible] حد قابل و بیحد دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں - جو شخص ایک پیسہ روزانہ کا منگوا لے اگرچہ کچھ بھی مذاق نہ رکھتا ہو - ممکن نہیں کہ تھوڑے عرصہ میں اس کے مطالعہ کا شائق نہ ہو جاوے - یہی وجہ ہے کہ اس کی اشاعت تمام ہندوستان کے اردو اخبارات میں زیادہ ہو گئی ہے ۔

زمیندار باغبان و بیطار

جو کہ ہندوستان بھر میں مضامین زراعت - باغبانی - علاج المواشی - صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ کا اکیلا ماہوار - بالتصویر اردو رسالہ ہے - قیمت ۲ روپیہ سالانہ - امراء سے ۵ روپیہ - حکام و والیان ریاست سے - نمونہ کی کاپی ۲ آنہ کے ٹکٹ بھیجنے پر - ہر ایک ہندوستانی کے خیر خواہ کا فرض ہے کہ اس نئے رسالہ کی امداد کرے اس غرض میں سیکڑوں [illegible] اس رسالے کی بابت بڑے بڑے تجربہ کار افسران زراعت اور دیگر حکام نے بہت اعلیٰ رائے دی ہے اور پنجاب کے اکثر حکام ضلع نے اس کی خریداری فرما کر اس کی سرپرستی منظور کی ہے ۔

تحفۂ بیبیاں

تعلیم نسواں کا ماہوار رسالہ جس میں [illegible] مضامین [illegible] بی بی - اور مہربان عقلمندان [illegible] کی ہدایات درج ہوتی ہیں - ۱۵ جنوری ۱۸۹۸ء سے [illegible] مطبع خادم التعلیم پنجاب پیسہ اخبار لاہور سے [illegible] جاری ہوا ہے - غرض اس کی صرف یہ ہے کہ [illegible] کی طرح ہندوستانی شریف بیبیوں میں [illegible] تعلیم و تربیت اطفال کا عمدہ مذاق پیدا کیا جاوے [illegible] کا حاجتمند ہوگا - کیونکہ کون نہیں چاہتا کہ اس کے گھر میں [illegible] خانہ داری [illegible] کی امتحان خاطر خواہ ہو [illegible] ماہوار [illegible] ہے - قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک [illegible] ہے ۔